مقالات

ابن الجزری

از جناب مولانا محمد عبد العلیم چشتی فاضل دیوبند

نام و نسب | محمد نام، ابو الخیر کنیت، شمس الدین لقب اور ابن الجزری[1] عرف ہے سلسلۂ نسب یہ ہے:

محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری (العمری الدمشقی ثم الشیرازی)

ولادت | آپ کی ولادت کا واقعہ بھی نہایت دلچسپ ہے،

آپ کے والد تاجر تھے، جن کو شادی کیے ہوئے چالیس برس گزر چکے تھے، مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، بسلسلۂ حج مکہ معظمہ پہنچے، خانۂ کعبہ کا طواف کیا، چاہ زمزم پر گئے، آب زمزم پیا، ہاتھ اٹھا کر دعا کی، بار الہا! نیک اولاد عطا فرما! دل سے دعا نکلی، عرش

---

[1] محمد بن عبد الرحمن السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ نے الضوء اللامع (جلد ۹ ص ۲۵۵) میں اور سید مرتضیٰ زبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ نے تاج العروس (مادہ زجر) میں تصریح کی ہے کہ جزری جزیرۂ (عبد العزیز) ابن عمر کی طرف نسبت ہے جو موصل کے قریب واقع ہے،

یاقوت الحموی المشترک وضعا والمفترق صقعاً (طبع گوٹنگن جرمنی ۱۸۴۶ء ص ۱۰۲) میں رقمطراز ہے،

"جزیرۂ ابن عمر ایک چھوٹا سا شہر ہے، جو موصل کے شمال میں واقع ہے، اور اسکو دجلہ ہر سہ سمت سے بصورت ہلال محیط ہے اور بڑی مردم خیز بستی ہے۔"

تک پہنچی، بارگاہ الٰہی سے شرف قبول عطا ہوا، اور شب شنبہ ۲۵[1] رمضان المبارک ۷۵۱ھ میں دمشق کے مشہور محلہ قصاعین میں، ابن الجزریؒ کی ولادت ہوئی، یہی بچہ آگے چل کر عالم اسلامی اور فاضل لوذعی، فخر علمائے دین اور مسند المحدثین بنا،

حلیہ | ابن الجزریؒ کے تذکرہ نگاروں نے آپکے خط و خال کی تفصیل نہیں لکھی ہے، لیکن اس امر کی سبنے تصریح کی ہے کہ آپ نہایت حسین اور بڑے جمیل و شکیل تھے، تقی الدین احمد المقریزی ۸۴۵ھ العقود الفرید فی تراجم الاعیان المفیدہ میں لکھتے ہیں،

کان شکلاً حسنا فصیحا بلیغا[2]	آپ نہایت جمیل و شکیل اور فصیح و بلیغ انسان تھے،

حافظ ابن حجر عسقلانی انباء الغمر فی ابناء العمر میں رقمطراز ہیں

انہ کان ثریا وشکلا حسنا[3]	آپ بڑے دولتمند اور نہایت حسین و جمیل تھے،

---

[1] مولانا عبد الحی فرنگی محلی المتوفی ۱۳۰۴ھ نے الحصن الحصین (مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۲۰ھ ص ۲۵۱) میں مؤرخ مجیر الدین الحنبلی کی تاریخ "الانس الجلیل فی تاریخ القدس والخلیل" کے حوالہ سے جو عرصہ ہوا مصر سے شائع ہو چکی ہے، آپ کی تاریخ ولادت ۱۶ رمضان ۷۵۱ھ لکھی ہے جو صحیح نہیں،

غایۃ النہایہ (مطبعۃ السعادہ قاہرہ ۱۳۵۱ھ ج ۲ ص ۲۴۷) میں ابن الجزریؒ کے ایک تلمیذ نے خود ابن الجزریؒ سے آپ کی تاریخ ولادت آپکے والد کی زبانی ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

ولد فیما حققہ نفسہ من لفظ والدہ	موصوف نے اپنے والد کے الفاظ میں
فی لیلۃ السبت الخامس والعشرین من	اپنی تاریخ ولادت شب شنبہ ۲۵ رمضان المبارک
شھر رمضان سنۃ احدی وخمسین وسبعمأیۃ	۷۵۱ھ لکھی ہے،

[2] ملاحظہ ہو درر العقود الفریدہ بحوالہ الضوء اللامع طبع قاہرہ ۱۳۵۴ھ ج ۸ ص ۲۶۰

[3] انباء الغمر بحوالہ الضوء اللامع ج ۸ ص ۲۵۹

تعلیم و تربیت | آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں دمشق علوم و فنون کا مرکز تھا، آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت یہیں ہوئی، بچپن میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا، بارہ سال کی عمر (۷۶۴ھ) میں پورا قرآن حفظ کر لیا اور ہر سال تراویح میں سناتے تھے،

فقہ شافعیہ کی پانچ مشہور اور متداول کتابوں میں سے فقیہ ابو اسحٰق ابراہیم الشیرازی المتوفی ۴۷۶ھ کی مشہور تالیف التنبیہ کو حفظ کیا،

قرأت کی تحصیل و تکمیل | سات مشہور قرأتوں میں علامہ ابو عمرو عثمان الدانی المتوفی ۴۴۴ھ کی مشہور کتاب التیسیر اور ابو محمد قاسم الشاطبی المتوفی ۵۹۰ھ کی حرز الامانی و وجہ التہانی (جو شاطبیہ کے نام سے زیادہ مشہور ہے) شیخ تقی الدین عبد الرحمٰن بن احمد البغدادی[1] المتوفی ۷۸۱ھ وغیرہ سے پڑھیں، قرأۃ سبع کی مشق احمد بن الحسین الکفری[2] المتوفی ۷۷۴ھ سے کی، شیخ القراء محمد بن احمد ابن اللبان[3] المتوفی ۷۷۶ھ سے کتابیں بھی پڑھیں اور قرأتوں کا اجراء بھی کیا،

شیخ عبد الوہاب بن یوسف ابن السلار[4] المتوفی ۷۸۲ھ اور شیخ احمد بن رجب البغدادی[5] المتوفی ۷۷۴ھ سے ۷۶۶ھ و ۷۶۸ھ میں چودہ قرأتوں کی علٰحدہ علٰحدہ مشق کی، ۷۶۹ھ میں شیخ ابن اللبان کو تمام قرأتوں کے ساتھ پورا قرآن سنایا، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نامور قرا سے استفادہ کیا اور سند لی ہے،

ہر چند دمشق اس دور میں علوم و فنون کا مرکز بنا ہوا تھا، مگر آپ کا سمند شوق اس پر کیونکر

---

[1] حالات کے لیے ملاحظہ ہو الدرر الکامنہ از ابن حجر عسقلانی طبع اول دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۴۹ھ ج ۲ ص ۳۲۳ وشذرات الذہب ابن العماد طبع قاہرہ ۱۳۵۱ھ ج ۶ ص ۲۷۱ [2] حالات کے لیے ملاحظہ ہو الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۲۵ [3] حالات کے لیے ملاحظہ ہو الدرر الکامنہ طبع دوم ۱۳۷۳ھ ج ۳ ص ۳۰۰ و شذرات الذہب ج ۶ ص ۲۴۳ [4] حالات کے لیے ملاحظہ ہو الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۱۳۴ و شذرات الذہب ج ۶ ص ۲۷۵ [5] ایضاً ج ۱ ص ۱۳۰ و ج ۶ ص ۲۳۰

فارغ ہو سکتا تھا، چنانچہ ۷۶۸ھ میں جب کاروان عمر انیسویں منزل طے کر رہا تھا، آپ تکمیل علوم کے لیے وطن سے نکلے، پہلے حج کیا اور پھر بلاد اسلامیہ قاہرہ، اسکندریہ، بعلبک وغیرہ میں ارباب کمال سے بہ تمام و کمال اس فن کو حاصل کیا،

فقہ کی تحصیل فقہ کی تحصیل جمال الدین عبد الرحیم الاسنوی[1] المتوفی ۷۷۲ھ، عمر بن رسلان[2] المتوفی ۸۰۵ھ اور ابو البقا عبد الوہاب السبکی[3] المتوفی ۷۷۱ھ جیسے نامور فقہا سے کی،

اصول فقہ اور معانی و بیان کی تعلیم اصول فقہ اور معانی و بیان کی تعلیم علامۃ الدہر عبد اللہ بن سعد الدین الضیاء القرمی[4] المتوفی ۷۶۸ھ اور دیگر ارباب فضل و کمال سے پائی تھی،

تحصیل حدیث شیخ ابو الثنا محمود[5] بن خلیفہ المتوفی ۷۶۷ھ، بہا الدین عبد اللہ بن ابی بکر[6] المتوفی ۷۹۴ھ، شہاب الدین احمد بن عبد الکریم[7] الحنبلی المتوفی ۷۷۷ھ، شمس الدین محمد ابن المحب[8] المقدسی المتوفی ۷۸۹ھ اور ابن کثیر الدمشقی جیسے حفاظ حدیث سے حدیث کا درس لیا،

فخر الدین البخاری المتوفی ۶۹۹ھ، حافظ شرف الدین عبد المومن الدمیاطی المتوفی ۷۰۵ھ اور شیخ شہاب الدین احمد بن رفیع الابرقوہی المتوفی ۷۰۱ھ کے نامور تلامذہ سے حدیث کا سماع کیا، حافظ الحدیث عمر بن الحسن ابن امیلۃ المراغی[9] المتوفی ۷۷۸ھ سے سنن ابو داؤد، جامع ترمذی

---

[1] حالات کے لیے ملاحظہ ہو الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۳۵۴ و شذرات الذہب ج ۶ ص ۲۲۳ و البدر الطالع ج ۱ ص ۳۵۲ [2] حالات کے لیے ملاحظہ ہو لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ از ابن فہد طبع دمشق ص ۲۰۶ و شذرات الذہب ج ۷ ص ۵۱ والبدر الطالع ج ۱ ص ۵۰۶ [3] حالات کے لیے ملاحظہ ہو الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۴۲۵ و شذرات ج ۶ ص ۲۲۱ و البدر الطالع ج ۱ ص ۴۱۰ [4] حالات کے لیے ملاحظہ ہو الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۳۶۰ والبدر الطالع ج ۱ ص ۳۰۰ [5] الدرر الکامنہ ج ۴ ص ۳۲۳ [6] ایضاً ج ۲ ص ۱۵۳ [7] ایضاً ج ۱ ص ۲۰۶ [8] ذیل طبقات الحفاظ سیوطی طبع دمشق ص ۳۶۶ و شذرات الذہب ج ۶ ص ۳۰۹ [9] النجوم الزاہرہ طبع دار الکتب المصریہ قاہرہ ج ۱۱ ص ۴۴،

اور امالی ابن شمعون (ابو الحسن محمد بن احمد) کا سماع کیا، اور شیخ صلاح الدین محمد بن احمد الحنبلی[1] المتوفی ۷۸۰ھ جیسے نامور ائمہ فن سے طبرانی کی المعجم الکبیر اور مسند احمد پڑھیں، مسند احمد کو آپ نے سات برس میں پڑھا تھا، جس کی وجہ نسخہ مسند کی کمیابی تھی، فرماتے ہیں،

سببه ان نسخة اصل سماعه كانت بخط الحافظ الضياء رحمه الله تعالى فوجد بعضها وكان شيخنا الحافظ الكبير شمس الدين ابوبكر بن المحب يحرضنا على سماع المسند منه ويقول لا تشكوا انه سمعه كاملا على ابن البخاري فبادروا الى سماعه كاملا فكنا نقرؤه من نسخة وقف البلد رامنية لوضوحها وكان بعض المحدثين قد احتاط عليها ولا يعطي منها شيئا الا بعد تعب كثير فطالت المدة لنا لذلك[2]

اس کا سبب یہ تھا کہ شیخ صلاح الدین کا اصل سماع والا نسخہ حافظ الحدیث ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد المقدسی کا لکھا ہوا تھا، اس کا کچھ حصہ ملا تھا، ہمارے شیخ حافظ ابو بکر ابن المحب، شیخ صلاح الدین سے سماع مسند کی بڑی ترغیب دیتے اور فرماتے تھے، اس میں شک نہ کرو، شیخ نے پوری مسند فخر ابن البخاریؒ سے سنی ہے، تم بھی پوری مسند کے سماع میں جلدی کرو، ہم چونکہ مدرسہ بلادیہ کے وقف شدہ نسخہ سے پڑھتے تھے، جو نہایت صاف اور بہت روشن خط تھا، بعض محدثین اس نسخہ کی بڑی حفاظت کرتے تھے، جو جز بھی ملتا تھا وہ بڑی دشواری سے ملتا، اسی لیے اتنی مدت لگی،

اس نسخہ کی جلد ثانی پڑھنے کے زمانہ میں نہیں مل سکی تھی، مگر شیخ سے اس کی اجازت حاصل تھی،

---

[1] المصعد الاحمد فی ختم مسند احمد ص ۵۰ و شذرات الذہب ج ۶ ص ۲۶۷ [2] المصعد الاحمد فی ختم مسند احمد (۵۱) از ابن الجزری، یہ دار الکتب المصریہ سے مسند احمد بشرح احمد محمد شاکر کی پہلی جلد کے ساتھ شائع ہو گئی ہے،

شیخ صلاح الدین کی وفات سے قبل حافظ ضیاء الدین کے خط کی بقیہ جلدیں بھی مل گئیں جن میں شیخ نے سماع کیا تھا، تو ہمارے استاد شیخ ابن المحبؒ نے فرمایا "کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ موصوف نے پوری مسند کا سماع کیا ہے"۔

اسی طرح شیخ صلاح الدین کی وفات کے بعد حافظ ضیاء الدینؒ کے قلم کا لکھا ہوا "تتمۃ" المسند ملا، ابن الجزری کا بیان ہے اس نسخہ میں شیخ موصوف کے سماع کی تصریح تھی، طلبۂ حدیث اس سے بہت خوش ہوئے، اور ہم نے اپنے شیخ ابوبکر ابن المحبؒ سے پوچھا، ہم روایت حدیث کے وقت اس کے لیے اجازت کا لفظ استعمال کرسکتے ہیں، اگرچہ اس کا سماع نہیں ہوسکا ہے، مگر شیخ کا سماع پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔ فرمایا، اس میں سماع کی احتیاج نہیں، ایسا ہی واقعہ شیخ ابوزرعہ طاہر بن ابی محمد المقدسی کو سنن ابن ماجہ کے سلسلہ میں پیش آیا تھا، اس وقت معتبر حفاظِ حدیث نے یہی فتویٰ دیا تھا، کہ اس میں سماع کی حاجت نہیں، کیونکہ یہ شیخ کی اجازت عامہ میں داخل ہے،

اس مدت میں ابن الجزری نے شیخ صلاح الدینؒ سے حدیث اس طرح سے پڑھی تھی کہ ان کی مرویات اور مسموعات میں سے کچھ نہیں چھوڑا تھا، فرماتے ہیں،

فلم اترك من مسموعاته فیما	میں نے، اپنے علم کے مطابق شیخ موصوف
علمت الا قرأته علیه او سمعته	کی مسموعات اور مرویات میں سے کچھ نہیں
منه [1]	چھوڑا جس کو آپ سے پڑھا یا سنا نہ ہو،

ان محدثین کے علاوہ اس عہد کے تمام نامور محدثین اور اکابر علماء کا علم آپ نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا، طاش کبری زادہ لکھتا ہے؛

سمع الحدیث من جماعة [2]	محدثین کی ایک بڑی جماعت سے حدیث کا سماع کیا، [3]

[1] المصعد الاحمد ص ۱۵ [2] الشقائق النعمانیہ برحاشیہ وفیات الاعیان لابن خلکان مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۳۹

ابن الجزریؒ کا اصل فن قرأت تھا، اس میں اگرچہ عنفوان شباب ہی میں کمال پیدا کرلیا تھا، مگر اس سے شغف اور انہماک کسی طرح کم نہ ہوتا تھا، بعض جوہر شناس اساتذہ نے آپ کا یہ شغف دیکھ کر فرمایا، بلاشبہ علم قرأت سے شغف بھی اچھا ہے، مگر یہ علم بڑی محنت چاہتا ہے، اس لیے اس سے فائدہ اٹھانے والے تھوڑے ہوتے ہیں، تمہیں اس سے نافع تر علوم سے شغف رکھنا چاہیے، اسی وقت آپ نے حدیث کی طرف توجہ کی اور سندوں کے ساتھ ایک لاکھ حدیثیں یاد کرلیں، علامہ شمس الدین الدیریؒ کا بیان ہے،

ان سبب اشتغاله بالحدیث	فن قرأت سے انہماک اور شغف کے بعد علم حدیث
بعد ان كان مكبا على علم القراآت	سے اشتغال اور دلچسپی پیدا ہونے کا سبب یہ ہوا کہ
ان بعض اشیاخه، قال له ذات	آپ کے شیوخ میں سے کسی [1] نے ایک دن آپ سے
یوم ان علم القراآت كثیر التعب	یہ فرمایا، قرأت کا فن کثیر المشقت اور قلیل
قلیل الجدوی وانت ذهنك	المنفعت ہے، تم، تمہارا ذہن ماشاء اللہ
رائق وفهمك فائق، ومن كان	اچھا ہے، تمہاری سمجھ خوب ہے، اور جو شخص ایسا ہو
هكذا فعلیه بعلم الحدیث فاجتهد	اسے تو علم حدیث پر محنت کرنا چاہیے، چنانچہ
فیه حتی حفظ مائة الف حدیث	آپ نے اس فن میں محنت کی اور ایک لاکھ حدیثیں
باسانیدها [2]	سندوں کے ساتھ یاد کرلیں،

افتاء اور تدریس کی اجازت

اس ذوق و شوق اور محنت نے آپ کو اپنے شیوخ کی نظروں میں

[1] ہمارا خیال ہے کہ اس سے مراد شیخ ابوبکر بن المحب ہیں، کیونکہ آپ ہی نے موصوف کو شیخ صلاح الدین سے مسند احمد کے سماع پر ترغیب اور تحریض دلائی تھی [2] ملاحظہ ہو فہرس الفہارس، تالیف عبدالحیؒ الادریسی الکتانی، طبع فاس ۱۳۴۶ھ ج ۱ ص ۲۲۳

جلد ہی اس قابل بنا دیا تھا کہ انھوں نے آپ کو درس و تدریس، افتاء اور تحدیث (روایت حدیث) کی اجازت دیدی تھی، چنانچہ ۷۷۴ھ میں عماد الدین ابن کثیر، ۷۷۸ھ میں ضیاء القرمی اور ۷۸۵ھ میں شیخ الاسلام البلقینی نے تدریس اور افتاء کی اجازت دی تھی، ان کے علاوہ اور ارباب فضل و کمال سے بھی آپ کو اجازت حاصل ہے، مورخ سخاوی کا بیان ہے،

اذن لہ غیر واحد بالافتاء	آپ کو بہت سے علماء سے فتوی دینے پڑھانے
والتدریس والاقراء[1]	اور قرائتیں سکھانے کی اجازت حاصل ہو،

تحصیل علم کی فطری صلاحیت و استعداد، شفیق استاذوں کی صحبت اور تربیت نے آپ کو جلد ہی مسند علم پر بٹھا دیا،

درس و تدریس | تحصیل علوم کے بعد آپنے درس و تدریس کا شغل اختیار کیا، جس کی تفصیل مورخ سخاوی نے اس طرح کی ہے۔

"چند سال آپنے دمشق کے اندر جامع بنی امیہ میں قبۂ نسرین کے نیچے بیٹھکر قرأتوں کی تعلیم دی، پھر دار العلوم عادلیہ کے شیخ القراء مقرر ہوئے۔ اس کے بعد دار الحدیث اشرفیہ میں شیخ القراء رہے، پھر اپنے شیخ ابن السلار کی وفات کے بعد تربۃ ام الصالح کے شیخ القراء ہو گئے، یہاں آپنے ائمۂ فن کی موجودگی میں درس دیا، اور شیخ شہاب الدین بن حجی (جیسے نامور علماء) نے اس امر کا اعتراف کیا کہ آپ کا درس نہایت شاندار ہوتا ہے۔"[2]

یہاں آپ نے ایک مدرسہ دار القرآن کے نام بھی کھولا تھا،

خطابت | ان ہی ایام میں الملک الظاہر سیف الدین برقوق المتوفی ۸۰۱ھ نے جو ایک دیندار نیک نفس بادشاہ تھا، آپ کو جامع توبۃ کا خطیب مقرر کیا،

---

[1] الضوء اللامع ج ۸ ص ۲۵۶ [2] ایضاً کتاب مذکور

۷۹۵ھ میں الجامعہ الصلاحیۃ (بیت المقدس) میں امور تعلیمی کے ناظم مقرر ہوئے،

عہدۂ قضاء | امیر شام قطلبک استاد دار التمش نے ۷۹۷ھ میں مملکت شام کا عہدۂ قضاء آپکے سپرد کیا، لیکن اوقاف کے حسابات درست نہ ہونے کے باعث امیر التمش ناراض ہو گیا اور آپ پر تادواسختی کی گئی، سارا مال و اسباب ضبط کر لیا گیا، ان کے مظالم سے تنگ آکر آپ اسکندریہ سے براہ دریا روم پہنچے اور روم کے پائیتخت بروصہ میں اترے،

بروصہ میں قیام، علم حدیث اور قرأت کی اشاعت | یہاں شاہ بروصہ ابو یزید بن عثمان سے ملاقات ہوئی، یہ خود عالم اور اہل علم کا بڑا قدردان تھا، آپ کا شہرہ پہلے سے سن چکا تھا، بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا، از راہ قدردانی اپنے ہی پاس ٹھہرایا، اور تا زندگی بروصہ نہ چھوڑنے دیا،

خدا نے ابن الجزریؒ کو جس فیاضی کے ساتھ علم کی دولت عطا کی تھی، اسی فیاضی کے ساتھ آپنے اسے تقسیم کیا، بروصہ میں بھی آپنے حدیث اور قرأتوں کا درس دیا، خود حاکم بروصہ ابو یزید بن عثمان نے آپسے دس قرأتوں کی تکمیل کی، اہل بروصہ نے بھی اس موقعہ سے خوب فائدہ اٹھایا، اور ایک جماعت نے عشرہ کی آپسے مشق کی اور سند لی،

یہاں آپ کی ذات سے حدیث اور قرأتوں کی اشاعت کا سلسلہ کم و بیش سات برس تک قائم رہا ہے، تیمور لنگ جب سلطان بایزید بن عثمان سے نبرد آزما ہوا اور اس کو شکست دے کر اس کے قلمرو پر قابض ہو گیا اور اسے حراست میں لے لیا،[1] تو بروصہ کے بعض اہل علم نے یہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا، اور بروصہ سے نکل جانا چاہا، ان ہی میں ابن الجزریؒ بھی تھے۔ مگر شیخ نور الدین نے آپ کو پکڑ کر تیمور کے پاس پہنچا دیا، غیاث الدین المعروف بہ خواند امیر

---

[1] اسی واقعہ کے چند ماہ بعد آق (شہر اذ) میں ۱۴ شعبان ۸۰۵ھ میں بعارضۂ ضیق النفس بایزید بن عثمان کا انتقال ہو گیا،

حبیب السیر میں ظفرنامہ اور مطلع سعدین کے حوالہ سے ناقل ہیں،

"در ظفرنامہ و مطلع سعدین مذکور است کہ در آں آوان کہ امیر گورگان ایلدرم بایزید را اسیر گردانید مرزا محمد سلطان و امیر شیخ نورالدین را برسا فرستادہ و جمیعے از اکابر آن دیار براہ فرار نمودند و لشکر ظفر شعار از عقب شتافتہ بیشتر آن مردم را گرفتند شمس الدین محمد جزری و سید محمد بخاری و مولانا شمس الدین فناری از آنجملہ بودند، امیر شیخ نورالدین، شیخ شمس الدین محمد را ہمراہ خود بپایۂ سریر اعلیٰ برد و درکوتا بیہ بشرف ملاقات صاحبقرانی خجستہ صفات رسانید و آنحضرت شیخ را منظور نظر اعتنا ساختہ، بصوب سمرقند فرستادہ و آنجناب تا زمان وفات امیر تیمور در ماوراء النہر اوقات شریف می گذرانید"[1]

امیر تیمور علماء، فقراء کا عقیدتمند اور ان کی صحبت کا دلدادہ تھا، نیز ان کی زیارت کو سعادت سمجھتا تھا، جیسا کہ توزکات تیموری میں ہے:

"سادات و علماء و مشائخ و عقلاء و محدثین اخبار را برگزیدہ داشتم و تعظیم و احترام ایشان نمودم .... و با علماء صحبت داشتم و بردلہائے اصحاب قلوب راہ یافتم و از ایشان دریوزۂ ہمت نمودہ از انفاس متبرکۂ ایشان التماس فاتحہ کردم"[2]

اسی عقیدت مندی کی بنا پر امیر تیمور آپ کو اپنے ساتھ ماوراء النہر لے گیا، اور دو چار ہی صحبتوں میں وہ آپ کی بزرگی کا قائل ہوگیا، اس کی گرویدگی کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے

[1] حبیب السیر، طبع اول مطبع احمدی بمبئی ۱۲۷۳ھ ج ۳ ص ۹۰ [2] ملاحظہ ہو توزکات تیموری طبع آکسفورڈ لندن ۱۷۸۳ء ص ۱۶۴

جو طاش کبری زادہ نے الشقائق النعمانیہ میں آپکے فرزند ابوالخیر محمد الجزری کے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ تیمور لنگ جب سمرقند پہنچا تو اس نے ایک نہایت عظیم الشان دعوت ولیمہ منعقد کی[1]، جس میں اعیان مملکت اور عمائد سلطنت، علماء، فقراء سب کو مدعو کیا، دعوت میں صفوف کی ترتیب ہمیشہ حلقہ نما ہوتی تھی، علماء اور فضلاء کو حسب مراتب دائیں جانب اور امرا کو بائیں جانب بٹھایا جاتا تھا،

اس دعوت میں محقق سید شریف جرجانی المتوفی ۸۱۶ھ بھی مدعو تھے، امیر تیمور نے انھیں ابن الجزری کے پیچھے بٹھایا، حاضرین مجلس میں سے کسی نے امیر تیمور سے کہا آپ نے سید شریف کو ابن الجزری کے پیچھے کیوں بٹھایا، وہ تو سب سے آگے جگہ پانے کے مستحق تھے، امیر تیمور نے فوراً یہ جواب دیا:

[1] طاش کبری زادہ نے نہ واقعہ کی نوعیت بیان کی ہے اور نہ کوئی تفصیل لکھی ہے، بلکہ صرف اتنا لکھنے پر اکتفا کیا ہے،

لما ذھب بہ الامیر تیمور الی ماوراء النھر	امیر تیمور جب آپ کو ماوراء النہر لے گیا تو وہاں
اتخذ الامیر تیمور ھناک ولیمۃ عظیمۃ	اس نے ایک عظیم الشان دعوت ولیمہ کی،

محمد بن خاوندشاہ ہروی کا وقائع نگار قلم واقعہ مذکور کی تفصیل اس طرح کرتا ہے،

در آں زمان محمود بر حسب اشارت عالی سادات و قضاۃ و علماء و ارباب درس و فتوی بمجلس ہمایوں حاضر آمدند و مرزا الغ بیگ امیرزادہ ابراہیم و سلطان مرزا میرانشاہ و از اولاد امیرزادہ عمر شیخ امیرزادہ احمد و سیدی احمد و شاہزادہ بایقرا ہر یک را کریمۂ از کرائم خاندان سلطنت و دودمان مملکت بآئین شرع مطہر عقد بستہ دراں محفل جنت مثال امام ائمہ ستودہ خصال شیخ شمس الدین جزری بعد از رعایت شرائط عقد بقرأت خطبۂ نکاح اشتغال فرمودہ و کلمۂ ایجاب و قبول بقاضی قضاۃ سمرقندی مولانا صلاح الدین متعلق بود نیاز بیشمار و گوہر بسیار نثار کردند (روضۃ الصفا مطبوعہ نولکشور ۱۲۷۴ھ ج ۶ ص ۱۲۳۴)

ان ہی شاہزادوں کی شادی پر جو ولیمہ ہوا، اسی مجلس کا یہ واقعہ ہے،

ابن الجزری کا درجہ تیمور کی نظر میں

کیف لا اقدم رجلاً عارفاً بالکتاب و السنة ویشاور ما اشکل علیہ منہما النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالذات فیحل لہ[۱]

میں بھلا ایسے شخص کو آگے کیونکر جگہ نہ دوں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا عالم ہو اور جب اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں کوئی اشکال در پیش آتا ہو تو وہ اس کا براہ راست بارگاہ رسالت سے حل کر لیتا ہو،

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امیر تیمور کی نظر میں موصوف کا کیا مقام تھا، یہی وجہ تھی کہ اس نے تاحیات آپ کو نہ چھوڑا، ۸۰۷ھ میں جب تیمور لنگ کا انتقال ہوا تو آپ خراسان چلے گئے، اور ہرات، یزد اور اصفہان ہوتے ہوئے رمضان المبارک ۸۰۸ھ میں شیراز پہنچے

شیراز کا عہدۂ قضا

یہاں پیر محمد حاکم شیراز نے مملکت شیراز میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر آپ کا تقرر کر دیا، جسے آپ نے مجبوراً قبول کیا، اور نہایت خوش اسلوبی سے عرصۂ دراز تک اپنے فرائض منصبی کو انجام دیتے رہے، یہاں بھی آپ نے حدیث اور قرأت کی تعلیم کا ایک مدرسہ کھولا،

۱ الشقائق النعمانیہ ج ۱ ص ۴۷ - یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ امیر تیمور محقق سید شریف جرجانیؒ کے علمی مقام سے آگاہ اور آپ کا بڑا قدر دان تھا، سید شریفؒ نے تیمور کو اس دور کا مجدد قرار دیا تھا اور اس مضمون کا ایک خط بھی اس کو بھیجا تھا، جیسا کہ تو زکات تیموری میں ہے:

"امیر سید شریف کہ از فحول علمائے زمان بود دریں باب مکتوبے بمن نوشت کہ اتفاق علمائے سلف و خلف بریں رفتہ کہ در سر ہر صد سال از حضرت رسالت پناہ اللہ تعالیٰ برائے رواج دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مجددے می انگیزد و چوں دریں سر صد ہشتم امیر صاحبقران دین متین را رواج دادہ اند در اقطار و امصار عالم دین و اسلام رواج یافتہ بتحقیق رسید کہ مروج دین امیر صاحبقران است" (ص ۱۴۸)

اس کے بعد وہ اصل مکتوب درج کیا ہے،

جس میں بعض نے سبعہ قرأتوں کی اور بعض نے عشرہ کی تکمیل کی اور سند لی، اہل شیراز کو آپ سے بڑا فیض پہنچا، مورخ سخاوی کا بیان ہے،

نشر بھا ایضاً القرأت والحدیث وانتفعوا بہ[۱]

شیراز میں بھی آپ کی ذات سے حدیث اور قرأتوں کی بڑی اشاعت ہوئی، اہل شیراز کو آپ سے بڑا فیض پہنچا،

درس و تدریس کا یہ سلسلہ ۸۲۲ھ تک برابر قائم رہا، یہاں آپ نے امام اعظم کے لقب سے شہرت پائی، مگر کچھ دنوں کے بعد کسی وجہ سے حاکم وقت کی نگاہیں بدل گئیں

حج کی روانگی

اس لیے ۸۲۲ھ میں آپ براہ بصرہ حج کے لیے روانہ ہو گئے، سوء اتفاق سے راستہ میں ڈاکوؤں نے ایسا لوٹا کہ کچھ نہ چھوڑا، اور حج بھی فوت ہو گیا، چار و ناچار ینبع[۲] میں قیام کرنا پڑا، ربیع الاول میں مدینہ منورہ پہنچ کر حدیث کا درس دیا، پھر مکہ معظمہ گئے اور فریضۂ حج ادا کر کے حرم ہی قیام فرمایا[۳]، اور اسی سال اپنی دو بیویوں کے ہمراہ بلاد عجم کی سیر و سیاحت کے لیے نکلے اور دمشق ہوتے ہوئے قاہرہ تشریف لائے، یہاں کے حاکم السلطان الاشرف نے آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کی کم و بیش سولہ دن قیام رہا، مگر قاریوں کا اتنا ازدحام تھا کہ آپ صرف ایک آیت تلاوت فرماتے تھے، پھر سب اس کو لوٹاتے تھے، طاش کبری زادہ کا بیان ہے،

ان الشیخ شمس الدین الجزری لما قدم القاھرۃ وازدحمت علیہ خلق لم یتسع وقتہ لقرأۃ الجمیع فکان یقرأ علیھم

شیخ شمس الدین الجزریؒ جب قاہرہ آئے تو قاریوں کا بڑا ازدحام تھا، اور آپ کے پاس سب کیلئے قرأت کا وقت نہ تھا، اس لیے آپ انھیں ایک ایک آیت پڑھ کر سناتے اور پھر

۱ الضوء اللامع ج ۹ ص ۲۵۷، ۲ مدینہ منورہ کی قدیم بندرگاہ ۳ مورخ ابن العماد کا بیان ہے کہ آپ حج کر کے چلے گئے تھے، یہاں تجارت کی پھر ۸۲۶ھ میں حج کے لیے روانہ ہوئے،

الآیة ثم یعید وتنبها علیه دفعة فلم یکمّل یقرأته[1]

وہ سب مل کر اس کو لوٹاتے تھے. ....

حافظ ابن حجر عسقلانی انباء الغمر میں لکھتے ہیں.

لما قدم القاهرة اشتال الناس للسماع علیه والقرأة وکان قد ثقل سمعه قلیلاً ولکن بصره صحیح یکتب الخط الدقیق علی عادته[2]

جب آپ قاہرہ آئے تو لوگ سماع حدیث اور قرأتوں کی تعلیم کے واسطے آپ پر ٹوٹے پڑتے تھے، اس وقت سماعت میں کچھ فرق آگیا تھا لیکن بینائی بالکل درست تھی چنانچہ آپ اپنی دیرینہ عادت کے مطابق نہایت

یہاں آپ نے مسند احمدؒ اور مسند شافعیؒ وغیرہ کا درس دیا، ابن العماد کا بیان ہے

حدث بالقاهرة بمسند احمد ومسند الشافعی وغیرهما[3]

قاہرہ میں آپ نے مسند احمد اور مسند شافعی وغیرہ کو اپنی سند سے روایت کیا تھا،

یہاں سے آپ پھر یمن ہوتے ہوئے حج کو روانہ ہو گئے، یمن میں آپ کی کتاب الحصن الحصین کا بڑا رواج تھا، اہل یمن اس کی روایت میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش

[1] مفتاح السعادہ طبع اول دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۹ھ ج ۲ ص ۲۶۰ - ابن الجزریؒ نے اپنی قرأت پر اکتفا نہیں کیا، اسکی وجہ یہ تھی کہ قاری کو اپنے استاذ سے اجراء قرأت میں کم از کم کتنا پڑھنا ضروری ہے، یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے، چنانچہ صدر اول میں محض دس آیتوں کا پڑھ لینا بھی کافی سمجھا جاتا تھا، مگر بعد میں شاگرد کی صلاحیت اخذ اور استعداد دماغ رہی، مگر ابن الجزریؒ نے (ان قیود کے ساتھ) اتنا اور اضافہ کیا کہ کسی ایک امام کی قرأت کی مشق میں کم از کم ایک سو بیس آیتیں پڑھنا اور متعدد ائمہ کی قرأتوں کے اجراء کی صورت میں دو سو چالیس آیتوں کا پڑھنا از بس ضروری ہے، حالانکہ کسی نے یہ تحدید نہیں کی ہے۔

[2] انباء الغمر بحوالہ الضوء اللامع ج ۸ ص ۲۵۹

[3] شذرات الذہب طبع قاہرہ ۱۳۵۱ھ ج ۷ ص ۲۵

کرتے تھے، جب آپ کا ورود یہاں ہوا تو بہت سے لوگ جنھیں آپ سے اس کتاب کا سماع حاصل تھا، فوت ہو چکے تھے، ان کے بیٹے پوتوں نے آپ سے اس کا سماع کیا، کچھ دنوں زبید کی مسجد الاشاعرہ میں حدیث کا درس دیا، اور زبید کے علماء نے آپ سے حدیث کی اجازت لی، خود حاکم یمن الملک المنصور نے آپ کو صحیح مسلم سنائی اور روایت حدیث کی اجازت حاصل کی، اور زاد راہ اور انعام دیکر مکہ معظمہ پہنچایا۔[1]

یہاں بھی مسجد الحرام میں ربیع الاول ۸۲۸ھ میں مسند احمد کا درس دیا اور اسی سال دوبارہ حج کیا، پھر اپنے فرزند ابو بکر احمد الجزری کے ساتھ مصر آئے، وہ روم چلے گئے اور آپ جمادی الاخری ۸۲۹ھ میں دمشق چلے آئے، یہاں سے شام ہوتے ہوئے بصرہ گئے اور یہاں سے شیراز آ گئے،

فضل و کمال ابن الجزریؒ دو واسطوں سے امام شاطبیؒ کے شاگرد اور نہایت عالی اسناد کے حامل تھے،[2] آپ کا خاص اور امتیازی فن قرأت تھا، اس فن کے آپ امام تھے، مورخ سخاوی کا بیان ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے انباء الغمر میں آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

الحافظ، الامام المقرئ...... انه لهج بطلب الحدیث والقراءات

حافظ، امام قرأت .... آپ کو حدیث اور قرأتوں کی تحصیل کی طرف رغبت ہوئی،

[1] تحفۃ الذاکرین از علامہ شوکانی ص ۵

[2] ابو القاسم یوسف بن علی الہذلی المعروف بابن جبارہ المتوفی ۴۶۵ھ کی معرکۃ الآراء کتاب الکامل فی القرأت الخمسین کی آپکے پاس نہایت اعلیٰ سند تھی، حافظ ابن حجر اپنی معجم الشیوخ میں لکھتے ہیں

ان من احسن ما عنده الکامل فی القرأت لابن جبارة

قرأتوں کی سندوں میں آپکے پاس سب سے اعلیٰ سند الکامل فی القرأت الخمسین لابن جبارہ کی تھی

اور پھر آپ کی پوری سند درج کی ہے (معجم الشیوخ بحوالہ الضوء اللامع ج ۸ ص ۲۵۸)

فی القراأت...... وانتھت الیه[1]	آپ قرأتوں کے فن میں مشہور ہوگئے، بلادِ اسلامیہ میں
ریاسة علم القراأت فی الممالك	علم القرأت کی ریاست آپ پر ختم ہوگئی۔

حافظ جلال الدین سیوطی ذیل طبقات الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

الحافظ المقرئ شیخ الاقراء فی	حافظ، قرأتوں کی سند دینے والے اور اپنے
زمانه[2]	زمانہ میں قرأتوں کے امام تھے۔

محدث محمد بن علی الشوکانی البدر الطالع میں رقمطراز ہیں،

قد تفرد بعلم القراأت فی جمیع	آپ قرأتوں کے علم میں سارے جہان سے یکتا تھے
الدنیا ونشرہ فی کثیر من البلاد	بہت سے ملکوں میں آپنے اسکی اشاعت کی اور آپ کے
وکان اعظم فنونه واجل ما عنده[3]	فنون میں یہ فن سب سے ممتاز اور نمایاں تھا،

اسی طرح حدیث بھی آپ کا خاص موضوع تھا، اور علوم حدیث میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، ایک لاکھ حدیثیں سندوں کے ساتھ حفظ تھیں، حفظ حدیث میں روایات کی کثرت سے زیادہ ان کی کیفیت اور نوعیت معیار کمال ہے، اس اعتبار سے بھی آپ کا پایہ نہایت بلند ہے، محدث طاؤسی[4] لکھتے ہیں:

انه تفرد بعلو الروایة وحفظ	وہ علوے روایت، حفظ احادیث، جرح و
الاحادیث والجرح والتعدیل	تعدیل، متقدمین اور متاخرین رواۃ کی

[1] انباء الغمر بحوالہ الضوء اللامع ج ۸ ص ۲۵۹ [2] ذیل طبقات الحفاظ للذہبی طبع دمشق ۱۳۴۷ھ ص ۳۷۷ [3] البدر الطالع طبع قاہرہ ۱۳۴۸ھ ج ۲ ص ۲۵۱ [4] طاؤسی سے مراد شہاب الدین ابو العباس احمد الطاؤسی ہیں، جو محدث عبد اللہ بن عبد القادر المتوفی ۸۳۳ھ کے نامور فرزند اور محقق سید شریف جرجانی اور ابن الجزری کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو الضوء اللامع سخاوی۔

ومعرفة الرواة المتقدمین	معرفت میں یکتائے روزگار تھے، صحیحین، سنن ابی داؤد،
والمتاخرین یعنی بالنسبة[1]	نسائی، ابن ماجہ، مسند دارمی، مسند امام شافعی
الی تلك النواحی واورد	اور موطا امام مالک کی سندوں کو بطریق یحییٰ
اسانیدہ بالصحیحین وابی داؤد	ابن یحییٰ، ابو مصعب، القعنبی اور ابن بکیر
والنسائی وابن ماجه وبمسانید	روایت کرتے تھے، مصنفات بغوی
الدارمی والشافعی واحمد	اور نووی کو بھی بسند بیان کرتے تھے،
وبموطا مالك عن طریق یحییٰ	جیسا کہ میں نے تاریخ کبیر میں لکھا ہے
بن یحییٰ وابی مصعب والقعنبی	....
وابن بکیر وبمصنفات البغوی	....
والنووی کما سقتها فی التاریخ	....
الکبیر[2]	....

ذیل طبقات الحفاظ میں محدث سیوطیؒ نے تصریح کی ہے:

وصفه (ابن حجر) بالحفظ	الدرر الکامنہ میں متعدد جگہ حافظ ابن حجر نے
فی مواضع علی انباء الغمر[3]	آپکے حفظ حدیث کی تعریف کی ہے،

مورخ سخاوی اپنے استاذ حافظ ابن حجر سے ناقل ہیں،

فنه الذی مھر فیه القراأت	آپ کا اصل فن جس میں مہارت حاصل تھی
وله عمل فی الحدیث ونظم	وہ قرأتوں کا فن تھا، حدیث میں بھی آپکا کارنامہ ہے،

[1] یعنی والا جمل غالباً سخاوی کا اضافہ ہے [2] الضوء اللامع ج ۸ ص ۲۵۸ [3] ذیل طبقات الحفاظ للذہبی ص ۳۷۷

وسط[1] — نظم البتہ اوسط درجہ کی ہے

ابن الجزری کا شمار حفاظ حدیث میں ہے، محدث سیوطی ذیل طبقات الحفاظ میں لکھتے ہیں:

کان اماماً فی القرأت لا نظیر لہ فی القرأت فی الدنیا فی زمانہ حافظاً للحدیث وغیرہ[2]

فن قرأت میں آپ امام تھے، اور اپنے زمانہ میں عالم میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے، حدیث اور دیگر علوم کے آپ حافظ تھے،

محدث محمد بن عبد الباقی الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں

ابو الخیر شمس الدین ابن الجزری الدمشقی الامام فی القرأت الحافظ للحدیث[3]

ابو الخیر شمس الدین ابن الجزری دمشقی فن قرأت کے امام اور حافظ الحدیث ہیں،

مورخ ابن العماد کا بیان ہے

فانہ کان عالماً عدیم النظیر طائر الصیت انتفع الناس بکتبہ وسارت فی الآفاق مسیر الشمس[4]

آپ مشہور خلائق تھے، اور اپنی نظیر نہ رکھتے تھے، لوگوں نے آپ کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا ہے، عالم میں آپ کی تالیفات ایسی تیزی سے پھیلی ہیں جس طرح سورج تیزگامی سے اپنی منزل کی طرف پہنچ جاتا ہے،

فن قرأت اور حدیث کے علاوہ اور بہت سے علوم اسلامیہ تاریخ، طبقات، رجال نحو اور اصول فقہ وغیرہ میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، علامہ شوکانی کا بیان ہے،

۱؎ الضوء اللامع ج ۸ ص ۲۵۹ ۲؎ ذیل طبقات الحفاظ للذہبی ص ۳۷۷

۳؎ شرح المواہب اللدنیہ، طبع اول مصر ۱۳۲۵ھ، ج ۱ ص ۱۳۹

۴؎ شذرات الذہب ج ۸ ص ۲۰۶

مہر فی کثیر من العلوم خصوصاً علم القرأت فانہ تفرد بہ واخذ عنہ الناس فیہ وفی غیرہ من العلوم[1]

آپ کو بہت سے علوم میں مہارت حاصل تھی خاص طور سے علم قرأت، اس میں وہ تو یکتائے زمانہ تھے، بہت سے لوگوں نے آپ سے علم قرأت اور دوسرے علوم حاصل کیے،

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ بھی لکھا ہے لیس لہ ید فی الفقہ[2] ان کو فقہ میں دستگاہ حاصل نہ تھی، اور ابن حجر کے شاگرد سخاوی نے استاد کی اتباع میں یہاں تک لکھ دیا ہے، لم یکن محمود السیرۃ فی القضاء[3]۔ آپ قضا کے معاملہ میں کچھ زیادہ نیک کردار نہ تھے،

ہمارے خیال میں یہ دونوں باتیں قرین قیاس نہیں، کیونکہ ابن الجزری کے واقعات زندگی سے ان باتوں کی تصدیق نہیں ہوتی، اگر ان کو فقہ میں درک حاصل نہ ہوتا اور وہ محمود السیرۃ نہ ہوتے تو ماوراء النہر میں جو زمانۂ دراز سے فقہ کا مرکز تھا، مدت مدید تک عہدۂ قضا پر کیونکر فائز رہ سکتے تھے، پھر فقہ میں آپ کی تالیفات اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ آپ کو فقہ پر عبور حاصل تھا، طاش کبری زادہ کا بیان ہے،

الف فی التفسیر والحدیث والفقہ[4]

فقہ، حدیث اور تفسیر میں آپ کی تالیفات ہیں،

معلوم ہوتا ہے، ان کی بڑھتی ہوئی شہرت اور قبولیت کو دیکھکر بعض معاصرین نے انکو بدنام کرنے کی کوشش کیں، یہانتک کہ مجازفت (من گھڑت باتیں کرنا) سے بھی آپ کو

۱؎ تحفۃ الذاکرین طبع قاہرہ ۲؎ الضوء اللامع ج ۸ ص ۲۵۹ ۳؎ ایضاً کتاب مذکور

۴؎ مفتاح السعادۃ، طبع اول حیدرآباد دکن ج ۱ ص ۳۹۴

متہم کیا گیا، مگر حافظ ابن حجرؒ نے اس اتہام کی نہایت سختی سے تردید کی ہے، چنانچہ انکا بیان ہے،

قد سمعت بعض العلماء یتھمہ	میں نے بعض علماء سے سنا وہ ان کو مجازفت
المجازفۃ فی القول واما الحدیث	فی القول سے متہم کرتے تھے، ان کی حدیث
فیما اظن بہ ذلک الا انہ رائی	کی نسبت تو میں اس کا گمان بھی نہیں کر سکتا،
للعصریین شیأ اغار علیہ	بات اتنی ہو گی کہ جب انھوں نے اپنے معاصرین
ونسبہ للنفسہ وھذا امر	کے پاس کوئی ایسی چیز دیکھی (جو ان کے پاس
قد اکثر المتاخرون منہ	نہ تھی)، تو ان کو غیرت آئی اور اس کی نسبت
ولم ینفرد بہ[1]......	اپنی طرف بھی کر دی ہو، یہ بات متاخرین
....	علماء میں ان سے بھی زیادہ موجود ہے،
....	اس میں وہ منفرد نہیں ہیں،

فقہ کے سلسلہ میں غالباً حافظ ابن حجر بھی معاصرین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، ورنہ جس شخص کے زہد و ورع کا یہ عالم ہو کہ سفر و حضر میں بھی اس کے معمولات میں کوئی فرق نہ آتا ہو جس کی للٰہیت اور دربار رسالت میں رسائی کا یہ حال ہو کہ اس کے اشکالات براہ راست بارگاہ نبوی سے حل ہوتے ہوں، اس کو غیر محمود السیرۃ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے،

(باقی)

[1] الضوء اللامع ج ۹ ص ۲۵۹

تاریخ فقہ اسلامی

ابن الجزری

از جناب مولانا محمد عبد العلیم صاحب چشتی فاضل دیوبند

(۲)

شعر و سخن کا ذوق

ابن الجزری کو شعر و سخن کا فطری ذوق تھا، انھوں نے اس ملکہ سے بھی قرآن و حدیث کی خدمت کی، فن تجوید کے اصول اور قواعد کو اشعار میں منضبط کیا، اور قراتوں کے اختلاف کو نظم کیا تاکہ یاد کرنے میں سہولت ہو، چنانچہ اٹھارہ سال کی عمر میں دس قراتوں میں شاطبیہ کا تکملہ نظم الھدایہ فی تتمۃ العشرہ نامی لکھا جس کا وزن اور قافیہ بھی وہی ہے جو شاطبیہ کا ہے،[۱]

---

[۱] علامہ شاطبی کے انداز پر لکھنا نہایت مشکل کام ہے، جیسا کہ ابن الجزری کا بیان ہے

من وقف علی قصیدتیہ علم مقدا	جو ان کے دونوں قصیدوں سے واقف ہوگا اس کو
ما اتاہ اللہ تعالیٰ فی ذلک خصوصاً	اس کا اندازہ ہوگا کہ فن قرأت میں اللہ تعالیٰ نے
اللامیۃ التی عجز البلغاء من بعدہ	انکو کتنا علم عطا کیا تھا، خاص طور سے لامیہ کو جسکے
عن معارضتھا فانہ لا یعرف مقدارھا	مقابلے سے بعد کے بلغا بھی عاجز آگئے، اسکی قدر
الا من نظم علی منوالھا او قابل	وہی جان سکتا ہو جس نے اس انداز پر نظم لکھی ہو یا اسکے
بینھا و بین ما نظم علی طریقھا	اور اس نظم کے درمیان جو اس انداز پر لکھی گئی ہو
(مفتاح السعادۃ، ج ۱ ص ۳۹۰)	موازنہ کیا ہو،

(باقی ص ۳۴۲ پر)

مقدمۃ الجزریہ طالبعلموں کو آج بھی ابتداہی میں یاد کرایا جاتا ہے، طیبۃ النشر میں سبعہ اور عشرہ قراتوں کے اختلافات کو ایک ہزار اشعار میں نظم کیا، جو اس زمانہ میں بھی قاری یاد کرتے اور تکمیل فن کے لیے آج بھی اس کو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، اصول حدیث میں بھی ایک ارجوزہ آپ کی یادگار ہے، آپ کی بیشتر نظمیں اسی قسم کی ہیں، ان کے علاوہ جو اشعار ہیں، وہ عشق نبوی میں ڈوبے ہوئے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ نے شاگردوں کو شمائل ترمذی ختم کرائی تو فی البدیہہ یہ دو شعر کہے تھے،

اخلائی ان شط الحبیب و ربعہ وعز تلاقیہ وناءت منازلہ

میرے پیارے دوستو! اگر محبوب اور اس کی منزل دور ہے، اس سے ملاقات مشکل اور اس کے کوچہ تک رسائی دشوار ہے،

وفاتکم ان تبصروہ بعینکم فما فاتکم بالسمع ھذہ شمائلہ

اور اگر تم سے یہ نہ ہو سکے کہ تم انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو تو تمھارے لیے یہ تو ممکن ہے کہ تم ان کے خصائل اور شمائل کا حال سنو،

دیار حبیب کے متعلق بھی یہ دو شعر سن لیجئے،

مدینۃ خیر الخلق تجلو لناظری فلا تعذ لونی ان قتلت بھا عشقا

افضل الموجودات کا مدینہ میری آنکھوں کو جلا بخشتا ہے، اگر میں اس کے عشق میں مارا جاؤں تو مجھ کو برا بھلا نہ کہو

وقد قیل فی زرق العیون شآمۃ وعندی ان الیمن فی عینھا الزرقاء[1]

اور کہا تو یہ جاتا ہے کہ چشم نیلگوں بد فال ہوتی ہے، لیکن میرے نزدیک اس کے عین الزرقاء میں نیک فالی ہی نیک فالی ہے

ختم مسند پر ایک والیہ کہا تھا جس میں بڑی آمد اور روانی ہے، فرماتے ہیں،

حدیث النبی المصطفیٰ خیر مسند وسنتہ الغراء ارفع مسند

نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بہترین مسند ہے، اور آپ کی تابناک سنت سب سے اعلیٰ مسند ہے،

(بقیہ حاشیہ ص ۴۴۱) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف کو نظم پر کیسی زبردست قدرت حاصل تھی، کہ عنفوان شباب ہی میں شاطبیہ کے انداز پر اس کا تکملہ لکھا۔ [1] مدینۃ الرسول کے پانی کے ایک چشمہ کا نام ہے۔

فطوبیٰ لمن اضحی الحدیث شعارہ وبشریٰ لمن آسیٰ بالاخیار یقتدی

خوش نصیب ہے جس کا شعار علم حدیث بن گیا ہو، اور قابل مبارک ہے وہ جو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے لگا ہو

ویا فوز من بات النبی سمیرہ ومن نورہ فی ظلمۃ الجھل یھتدی

اور اے بامراد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہم کلام ہیں، اور وہ ان ہی کے نور سے جہالت کی تاریکی میں ہدایت یافتہ ہو

یا سعد من کان الصحابۃ حولہ یروح علیھم بالحدیث ویغتدی

اے خوش نصیب کہ جس کے پاس صحابۂ کرام موجود ہوں، اور وہ صبح و شام ان سے باتیں کرتا ہو،

وان کتاب المسند البحر للذی فتی حنبل للدین آیۃ مسند

اور حقیقت میں مسند احمد تسلیم و رضا کا سمندر ہے، حنبل کا نوجوان دین کے لیے اسناد کی ایک نشانی ہے،

حوی من حدیث المصطفیٰ کل جوھر وجمع فیہ کل در منضد

اس نے حدیث مصطفیٰ کا ایک جوہر اکٹھا کیا ہے، اور اس میں تہ بہ تہ ہر موتی کو جمع کیا ہے۔

فما من صحیح کالبخاری جامعاً ولا مسند یلقی کمسند احمد

صحیح بخاری کی طرح کوئی جامع کتاب نہیں ہے، اور نہ مسند احمد کی طرح مسند ہے۔

امام ھدی للناس افضل مقتدی شدید کبیر للخلائق مرشد

وہ لوگوں کے واسطے امام ہدایت اور افضل رہنما ہیں، خلق کے لیے بہترین مرشد اور رہبر ہیں

ھو الصابر الاواہ فی محن دھت للہ المنۃ العظمیٰ علی کل مھتدی

وہ ناگہانی مصیبتوں میں صبر کرنے والے اور نرم دل ہیں۔ ہر ہدایت یافتہ پر آپ کا بڑا احسان ہے

یا الٰھی وارحم کل من ھو حاضر ومن غائب الینا فاعف عنہ اسعد

یا الٰہی حاضرین مجلس پر رحم فرما۔ اور جو موجود نہیں ہیں انھیں معاف کر اور نیک بخت بنا

ماکان من حاجاتنا فاقضہ لنا وحطنا وجد والفضل وسلّم وایّد

ہماری جو بھی حاجتیں ہیں ان کو پورا فرما، ہمارے گناہ معاف کر، ہم پر عنایت فرما، ہمیں سلامت رکھ اور قوت بخش،

وقد قالہ العبد الفقیر محمد فتی الجزری السائل العفو فی غد [۱]

یہی دعا ہے اس عاجز فقیر محمد الجزری کی، جو کل بھی تجھ سے معافی کا طلب گار ہے۔

آپ کی نظم کے بارہ میں حافظ ابن حجر کی اس رائے "نظم وسط" کہ نظم اوسط درجہ کی ہوتی ہے، کا سبب یہ ہے کہ شعر و سخن کا تعلق زیادہ تر حسن و عشق سے ہے، شاعر کے اصلی جوہر اسی میدان میں کھلتے ہیں، اور ابن الجزری نے فن کے قواعد کو اشعار میں نظم کیا ہے، وہ بھی اصول تجوید اور قرأتوں کے اختلافات کو علوم حدیث اور اصول حدیث کو، بھلا ان اشعار میں رنگینی اور لطف کیونکر پیدا ہو سکتا ہے،

بڑے سے بڑا شاعر بھی کسی خاص فن کے قواعد کو اشعار میں نظم کرے تو وہ خوبیاں ہرگز پیدا نہیں کر سکتا جو حسن و عشق کی داستان میں کی جا سکتی ہیں، کسی فن کے مسائل کو نثر ہی میں لکھنا مشکل ہے، نہ کہ نظم کرنا، اس کے باوجود اگر آپ کی نظم اوسط درجہ کی ہے تو بھی بڑا کمال ہے،

فصاحت و بلاغت مذہبی علوم کے علاوہ زبان و ادب کا مذاق بھی نہایت پاکیزہ اور بلند تھا، اور ادب میں بھی خاصی مہارت حاصل تھی، آپ کا شمار اپنے دور کے فصحا میں تھا، تقی الدین احمد المقریزی درر العقود الفریدہ میں لکھتے ہیں

کان...... فصیحا بلیغا لہ — آپ نہایت جمیل و شکیل اور فصیح و بلیغ انسان تھے،

نظم و نثر و خطب — نظم و نثر اور خطبے آپ سے یادگار ہیں،

ابن حجر عسقلانی نے بھی انباء الغمر میں اس امر کا اعتراف کیا ہے،

انہ کان ثریا...... فصیحا بلیغا [۲] — آپ صاحب ثروت اور بڑے فصیح و بلیغ تھے،

---

[۱] المصدر الاحمد ص ۵۵ [۲] انباء الغمر بحوالہ الضوء اللامع للسخاوی،

حافظہ اور ذکاوت علم کے ذوق و شوق کے ساتھ حافظہ بھی نہایت قوی پایا تھا، جو چیز ایک دفعہ یاد کر لی وہ گویا کتاب میں محفوظ ہو گئی، حافظہ کا یہ حال تھا کہ ایک لاکھ حدیثیں سندوں کے ساتھ یاد تھیں، فہم و ذکا سے بھی وافر حصہ ملا تھا، جس کا اندازہ آپ کے شیوخ کے ان الفاظ سے ہوتا ہے، جو انھوں نے فن حدیث کی ترغیب دیتے ہوئے آپ سے کہے تھے،

انت! ذھنک رائق و فھمک — تم! تمھارا ذہن بڑا رسا اور تمھاری سمجھ

فائق! — خوب ہے،

اخلاق و عادات آپ بڑے ملنسار، شیریں گفتار اور خدا ترس تھے، جب بات کرتے تھے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے، آپ کے فقرہ فقرہ سے فصاحت و بلاغت ٹپکتی تھی، مزاج میں تواضع اور انکسار تھا، لوگوں کے ساتھ ..... احسان اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے، اللہ تعالیٰ نے دولت دنیا سے بھی وافر حصہ دیا تھا، اہل حجاز کے ساتھ خصوصیت سے بہت احسان کرتے تھے، حافظ ابن حجر انباء الغمر میں لکھتے ہیں،

کثیر الاحسان لاھل الحجاز [۱] — اہل حجاز کے ساتھ دل کھول کر احسان کرتے تھے،

عبادت اور ریاضت علم کے ساتھ عمل کے زیور سے بھی آراستہ، بڑے عابد اور نہایت مرتاض بزرگ تھے، زندگی کے مشاغل ثلاثہ میں تیسرا مشغلہ عبادت اور ریاضت ہی تھا، جو سفر و حضر میں بھی نہ چھوٹتا تھا،

انضباط اوقات ابن الجزری نے اپنے شبانہ روز کے مشاغل اور اوقات کار کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا،

(۱) قرأت کی تعلیم اور درس حدیث (۲) تصنیف و تالیف (۳) عبادت اور یاد الٰہی

---

[۱] انباء الغمر بحوالہ الضوء اللامع ج ۹ ص ۲۵۹

تمام عمران امور پر بڑی پابندی سے عمل پیرا رہے، ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے، دو شنبہ، اور پنجشنبہ کا روزہ اس کے علاوہ تھا، جو کبھی قضا نہ ہوا، سفر تک میں بھی شب بیداری اور تہجد گذاری میں کبھی فرق نہ آیا، نواب صدیق حسن خاں قنوجی اتحاف النبلاء میں لکھتے ہیں،

اوقاتش معمور بود بہ شغل قرأت قرآن، یا اسماع حدیث یا عبادت در اوقات او برکت محسوس بود با وجودیکہ مردم بطلب ایں دو علم بروے ہجوم داشتند و اورا او وعبادت وظیفہ داشت آں قدر ہر روز تصنیف می کرد کہ کاتب جید سریع الکتابت می نوشت در سفر و حضر بیدار و قائم اللیل می ماند ہرگز روزۂ دوشنبہ و پنجشنبہ ازوے فوت نمی شد و سہ روزہ از ماہ نیز می نہاد۔"[1]

قبولیت عام | اپنے فضل وکمال اور زہد وورع کی بنا پر مرجع خلائق بن گئے تھے، قرّا اور طالبان حدیث دور دور سے استفادہ کے لیے آتے تھے، جہاں جاتے تھے، شائقین کا ٹھٹھ لگ جاتا، قاہرہ میں پہنچے تو لوگ ٹوٹے پڑتے تھے، یمن آئے تو یمنی حصول سند میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرنے لگے، خلفا، وسلاطین کی گرویدگی کا یہ عالم تھا کہ جس خلیفہ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا اس نے تاحیات آپ کو نہ چھوڑا، بایزید بن عثمان جب تک زندہ رہا، اس نے آپ کو اپنے ہی پاس رکھا، امیر تیمور نے بھی مرکر ہی مفارقت اختیار کی، پیر محمد حاکم شیراز نے زندگی بھر شیراز سے نکلنے نہ دیا،

بمقبولی کسے را دسترس نیست   قبول خاطر اندر دست کس نیست

وفات | ابن الجزریؒ نے کم وبیش پچیس سال تک متواتر قرآن وحدیث کی خدمت کرنے کے بعد ۸۲ سال کی عمر میں جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ میں (جو مرزا شاہ رخ کا عہد تھا) شیراز میں اپنی قیام گاہ محلہ اسکافین (موچی محلہ) میں انتقال فرمایا، اور اپنے مدرسہ دار القرآن

[1] اتحاف النبلاء مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ھ ص ۳۹۲

میں سپرد خاک کیے گئے۔ سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ منزلہ ومثواہ[1] آمین

غایۃ النہایہ میں جنازہ کی کیفیت آپ کے ایک تلمیذ کی زبانی اس طرح مرقوم ہے

"جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو اتنا ہجوم تھا کہ اعیان مملکت، عوام وخواص جنازہ کو کندھا دینے، چھونے اور بوسہ دینے میں ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے تھے جن کو جنازہ تک

[1] بعض کتابوں میں سال وفات سہواً غلط درج ہوگیا ہے، یہ غلطی حاجی خلیفہ سے کشف الظنون میں ہوئی ہے، انھوں نے الحصن الحصین کے ضمن میں اور ابن الجزری کی بعض دوسری کتابوں کا تعارف کراتے ہوئے سال وفات ۸۳۲ھ اور ۸۳۴ھ لکھدیا ہے، نواب صدیق حسن خان نے بھی اتحاف النبلاء میں ۸۳۲ھ لکھا ہے، جس پر مولانا عبد الحیٰ فرنگی محلی نے تذکرۃ الراشد وتبصرۃ الناقد (مطبع انوار محمدی لکھنؤ ص ۱۹۶) اور ابراز الغی (مطبع انوار محمدی لکھنؤ ص ۲۴) نہایت سخت تنقید کی ہے، نواب صدیق حسن خاں سے یہ غلطی محض کشف الظنون کی اتباع میں ہوئی ہے، کشف الظنون چونکہ اسلامی علوم پر کتابوں کی ایک جامع فہرست اور ان کا اجمالی تعارف ہے، اسی لیے اس میں سنین وفات کی صحت کا چنداں اہتمام نہیں ہے، جو لوگ صرف اس پر اعتماد کرکے تاریخ وفات نقل کرتے ہیں وہ عموماً غلطی کرتے ہیں، نواب صدیق حسن خاں کے پیش نظر بھی کشف الظنون رہی ہے، اس لیے ان سے بھی تاریخ وفات لکھنے میں بڑی غلطیاں ہوئی ہیں، ان ہی میں سے ایک یہ غلطی بھی ہے،

تاج العروس میں مادہ زجر کے تحت موصوف کا سال وفات ۸۳۵ھ درج ہے جو کتابت یا طباعت کی غلطی ہے، مولانا عبد الحیٰ فرنگی محلی نے الانس الجلیل کے حوالہ سے طرب الاماثل بتراجم الافاضل (مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۰۹ھ ص ۲۶۰) میں لکھا ہے کہ آپ نے بقرعید کے دن انتقال فرمایا، مگر یہ تاریخ بھی صحیح نہیں ہے ہم نے جو تاریخ اور سنہ وفات اوپر نقل کیا ہے وہی صحیح ہے، غایۃ النہایہ میں ابن الجزریؒ کے تلمیذ کی زبانی یہی منقول ہے، یہی طاش کبری زادہ اور مورخ سخاوی نے بھی سال وفات بیان کیا ہے، حافظ جلال الدین سیوطی، ابن عرب شاہ، محدث عبد الباقی زرقانی اور مولف حبیب السیر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے،

پہنچنا ممکن نہ تھا، وہ ان لوگوں کو ہاتھ لگا کر برکت حاصل کرتے تھے جنھیں امام الجزریؒ کے جنازہ کے ہاتھ لگانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی، آپ کے انتقال سے اسلام کی بہت سی مہتم بالشان یادگاریں مٹ گئیں"[1]

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد ولکنہ بنیان قوم تھدما

اولاد و احفاد: پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑیں، سب سے بڑے ابو الفتح محمد الجزری تھے، منجھلے کا نام ابو بکر محمد الجزری تھا، ان سے چھوٹے ابو الخیر محمد الجزری تھے، یہ تینوں بڑے نامور محدث قاری اور فقیہ تھے، ابن الجزری نے طبقات القراء میں ان کا تذکرہ لکھا ہے، دو فرزند ابو البقا اسماعیل اور ابو الفضل اسحاق بھی قاری اور محدث تھے، لڑکیوں میں فاطمہ، عائشہ اور سلمیٰ تھیں، یہ بھی جلیل القدر محدثہ اور فن قرأت کی ماہر تھیں، طاش کبریٰ زادہ کا بیان ہے

جمیع ھولاء من القراء المجودین یہ سب فن تجوید کی بہترین عالم، بہت اچھی
والمرتلین ومن الحفاظ المحدثین[2] قاری اور حافظ حدیث تھیں،

تصنیفات و تالیفات: (۱) تجوید و قرأت: اتحاف المہرہ فی تتمۃ العشرہ،[3]

(۲) اصول القرأت۔ یہ اصول قرأت میں ایک مختصر ہے[4]

(۳) اعانۃ المہرہ فی الزیادہ علی العشرہ۔ یہ عشرہ کے بعد کی قرأتوں کے بیان میں ہے،[5]

(۴) الغاز۔ یہ فن قرأت میں ایک منظوم ہمزیہ ہے، جس میں قرأتوں کے اختلافات بطور چیستان بیان کیے گئے ہیں[6]

---

[1] غایۃ النہایۃ، مطبع السعادۃ، قاہرہ ۱۳۵۱ھ ج ۲ ص ۲۴۹ [2] مفتاح السعادہ ج ۱ ص ۳۹۶ [3] مقدمہ کتاب النشر از احمد محمد دہمان طبع دمشق و الضوء اللامع ج ۹ ص ۲۵۵ [4] ملاحظہ ہو کشف الظنون مطبوعہ استنبول ۱۹۴۱ء ج ۱ کالم نمبر ۱۱۰ [5] مقدمہ کتاب النشر و الضوء اللامع [6] کشف الظنون ج ۱ کالم ۱۵۰

(۵) تحبیر التیسیر فی العشر۔ یہ علامہ دانیؒ کی مشہور کتاب التیسیر جو سبع قرأتوں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد اور مقبول کتاب ہے، اس میں آپ نے تین اور قرأتوں کو اضافہ کرکے اس کا نام تحبیر التیسیر رکھا ہے، یہ آپ کی ابتدائی تالیفات میں سے ہے[1]

(۶) التقریب۔ یہ النشر کی تلخیص اور اس کا نہایت جامع مختصر ہے[2]

(۷) التمہید فی علم التجوید۔ یہ رسالہ اصول تجوید میں ہے، اسے ۷۶۹ھ میں تالیف کیا تھا[3]

(۸) الدرۃ المضیہ فی قرأت الائمۃ الثلاثۃ المرضیہ۔ یہ عشرہ میں شاطبیہ کا منظوم تکملہ ہے، جو ۲۴۱ اشعار پر مشتمل ہے، اس کا وزن اور قافیہ بھی وہی ہے، جو شاطبیہ کا ہے، جمادی الآخر ۸۲۳ھ میں مکمل ہوا، ابن الجزریؒ کے بعض تلامذہ اور بعض علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں، یہ مجموعہ قرأت کے ساتھ قاہرہ سے شائع ہو گیا ہے،

(۹) شرح طیبۃ النشر۔ یہ عشرہ میں ایک منظوم کتاب طیبۃ النشر پر حواشی اور اس کی مختصر شرح ہے[4]

(۱۰) شرح النشر۔ یہ النشر پر حواشی اور اس کی شرح کے متعلق مقامات کی توضیح اور شرح ہے[5]

(۱۱) طیبۃ النشر۔ نظم میں قرأت عشرہ کا بیان ہے، شعبان ۷۹۹ھ مطابق ۱۳۹۶ء میں یہ نظم لکھی تھی، جو ایک ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور قاہرہ سے پہلی مرتبہ ۱۲۸۲ھ اور پھر ۱۳۰۶ھ میں شائع ہو چکی ہے،

(۱۲) العقد الثمین۔ یہ الغاز کی غیر منظوم شرح ہے، اس کی ایک شرح سراج الدین ابو حفص عمر بن قاسم انصاری نے بھی کی تھی جس کا نام العقد الجوہری فی حل الغاز الجوہری رکھا تھا[6]،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام [2] کشف الظنون ج ۲ کالم ۱۹۵۲ [3] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام [4] کشف الظنون ج ۲ کالم ۱۳۲۰ [5] ایضاً ۱۳۲۱ [6] ایضاً ۱۱۵۰

(۱۳) غایۃ المہرۃ فی الزیادۃ علی العشرہ - یہ کتاب عشرہ اور اثنا عشر قرأتوں کے بیان میں ہے[1]۔

(۱۴) القرأت الشاذہ - یہ شاطبیہ کے انداز پر شاذ قرأتوں کے بیان میں ایک منظوم رسالہ ہے اور رمضان ۷۹۰ھ کی تالیف ہے[2]،

(۱۵) المقدمۃ الجزریہ - یہ فن تجوید میں ایک منظوم رسالہ ہے جو ایک سو دس شعروں پر مشتمل ہے، مصر اور تبریز میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔

تلاوت سے قبل قرآن پڑھنے والے پر جن باتوں کا جاننا ضروری ہے، ان ہی باتوں کو اس رسالے میں بیان کیا ہے، آپ کے فرزند ابوبکر احمد الجزری نے اس کی شرح لکھی تھی جس کا نام الحواشی المفہمہ بشرح المقدمہ رکھا تھا، بعد میں علماء نے اس کی بکثرت شرحیں لکھیں اور مختلف زبانوں میں لکھی ہیں، ۲۸ شرحوں کا تذکرہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کیا ہے۔ ملا قاری کی شرح المنح الفکریہ بہت مشہور ہے اور مصر سے شائع ہو گئی ہے۔ اردو زبان میں قاری محمود اور محمد ادریس نے بھی اچھی شرح لکھی ہے، جو ۱۳۵۳ھ میں برقی پریس دہلی سے شائع ہو گئی ہے۔

(۱۶) منجد المقرئین و مرشد الطالبین - یہ کتاب سات ابواب پر منقسم ہے، حاجی خلیفہ کا بیان ہے کہ نہایت مفید کتاب ہے، شیخ محمد زاہد کوثری لکھتے ہیں۔

اس میں موصوف نے حافظ ابوشامہ کی کتاب المرشد الوجیز فی علوم القرآن العزیز کا رد کیا ہے، اس کتاب کے باب رواۃ العشر میں ثابت کیا ہے کہ قرأت عشر کا ثبوت بھی متواتر ہے، اور یہ سلسلہ طبقہ بعد طبقہ برابر قائم ہے، اس کے راوی ہر زمانہ میں نہایت کثیر رہے ہیں، محدث شوکانی اور نواب صدیق حسن خاں قنوجی نے اس کتاب کا مطالعہ کیے بغیر ابن الجزری سے اس کے غیر متواتر ہونے کا قول نقل کیا ہے، اور سبعہ قرأت کی تنقیص کی ہے اور عشر

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام [2] کشف الظنون ج ۲ کالم ۱۳۲۳

کا تو ذکر ہی کیا ہے"[1]

(۱۷) النشر فی القرأت العشر - یہ عشرہ قرأتوں میں نہایت مشہور اور بڑی مقبول کتاب ہے، فن قرأت کی امہات الکتب میں اس کا شمار ہے، یہ کتاب صرف نو مہینہ کی قلیل مدت میں لکھی تھی، صاحب کشف الظنون نے اس کتاب کے متعلق لکھا ہے،

الجامع لجمیع طرق العشرۃ لم یسبق الی مثلہ[2]	یہ کتاب قرأت عشر کے تمام طریقوں کی جامع ہے، اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے،

---

[1] التعلیقات علی ذیل طبقات الحفاظ للذہبی، از شیخ محمد زاہد کوثری، اس کے خطی نسخوں کے لیے ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام - یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہو کہ ائمہ فن قرأت نے صحت قرأت کے لیے ارکان ثلاثہ ضروری قرار دیے ہیں، ابن الجزری النشر میں رقمطراز ہیں کہ

(۱) ہر وہ قرأت جو اصول عربیت کے مطابق ہو اگرچہ کسی ایک ہی طریقہ سے ہو، (۲) مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کے حرز رسم کے مطابق ہو، خواہ وہ مطابقت احتمالی ہو۔ (۳) سند صحیح سے ثابت ہو،

اس کو صحیح قرأت کہا جاتا ہے، اس کا رد جائز اور انکار روا نہیں ہے، یہ احرف سبعہ میں سے ہے جن کے مطابق قرآن پاک کا نزول ہوا ہے، لہذا اس کا قبول کرنا لوگوں پر واجب اور فرض ہے، خواہ یہ ائمۂ سبعہ سے منقول ہو یا عشرہ سے یا ان کے علاوہ دیگر ائمۂ قرأت سے مگر جب ان ارکان ثلاثہ میں سے کوئی رکن مختل ہو جاتا ہے، تو پھر اس قرأت پر ضعیف یا شاذ یا باطل کا اطلاق ہوتا ہے، خواہ وہ ائمۂ سبعہ میں سے منقول ہو یا ان سے بھی بڑے بڑے ائمہ سے، یہی بات محققین سلف و خلف کے نزدیک صحیح اور معتبر ہے، چنانچہ علامہ دانی، مہدوی اور ابوشامہ نے اس امر کی تصریح کی ہے،

[2] کشف الظنون ج ۲ کالم ۱۹۵۲

محمد احمد دہمان کے مقدمہ اور تصحیح کے ساتھ مطبعۃ التوفیق دمشق سے دو جلدوں میں پہلی بار ۱۳۴۵ھ میں نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہوئی ہے[1]۔

(۱۸) نظم الہدایہ فی تتمۃ العشرہ۔ اس کا نام بھی الدرۃ ہے، اس کو اٹھارہ سال کی عمر میں نظم کیا تھا، اسی زمانہ میں اتنی مقبول ہوئی کہ آپ کے بعض اساتذہ نے اس کو زبانی یاد کیا تھا[2]۔

(۱۹) کفایۃ الالمعی فی آیۃ یا ارض ابلعی۔ یہ آیت شریفہ یا ارض ابلعی کی تفسیر اور اسکے وجوہ اعجاز کے بیان میں ہے، صاحب کشف الظنون کا بیان ہے کہ ابن الجزری نے آغاز کتاب میں لکھا ہے۔

"ایک مجلس میں اعجاز قرآن کی بحث آئی اور یہ ذکر ہوا کہ علامہ سکاکی نے اس آیت پاک کے وجوہ اعجاز کو خوب لکھا ہے، چنانچہ میں نے اس آیت پاک کے ان وجوہ اعجاز کو لکھا (جن کو علامہ سکاکی نے بھی بیان نہیں کیا تھا) اور اس کو لکھکر سلطان رضا کیا ابن سید علی کیا الحسینی العلوی کی خدمت میں پیش کیا"[3]۔

(۲۰) حدیث: الاجلال والتعظیم فی مقام ابراہیم: اس میں مقام ابراہیمؑ کے فضائل مذکور ہیں[4]۔

الاربعین: اس میں چالیس نہایت مختصر اور جامع حدیثیں جمع کی ہیں، اس کے متعلق حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

اختار فیہ ما ھو اصح و افصح و اوجز[5]	اس میں ایسی حدیثوں کا انتخاب کیا ہے جو سب سے زیادہ صحیح سب سے زیادہ فصیح اور سب سے زیادہ مختصر ہیں۔

---

[1] مقدمہ کتاب النشر از محمد احمد دہمان طبع دمشق ۱۳۴۵ھ و الضوء اللامع [2] کشف الظنون ج ۲ کالم ۱۴۹۷ [3] نیز انسائیکلوپیڈیا آف اسلام [4] ایضاح المکنون میں اس کا نام الاجلال والتعظیم مذکور ہے، بظاہر الاجلال ہی صحیح معلوم ہوتا ہے [5] کشف الظنون ج ۱ کالم ۵۳۰۔

(۲۱) الاولویۃ فی الاحادیث الاولیہ: اس رسالہ میں اولیات کو بیان کیا ہے[1]۔

(۲۲) التوضیح فی شرح المصابیح: یہ محدث حسین بن مسعود الفراء البغوی کی مشہور کتاب مصابیح السنۃ کی تین جلدوں میں نہایت مبسوط شرح ہے جو ماوراء النہر میں اس وقت لکھی تھی جب تیمور آپ کو وہاں لے گیا تھا، صاحب کشف الظنون نے اس کا ذکر تصحیح المصابیح کے نام سے کیا ہے، لیکن مورخ سخاوی اور دیگر تذکرہ نگاروں نے وہی نام لکھا ہے جو ہم نے اوپر نقل کیا، یہی زیادہ مناسب اور صحیح معلوم ہوتا ہے[2]۔

(۲۳) الحصن الحصین: یہ الحصن الحصین کا مختصر ہے[3]۔

(باقی)

---

[1] ایضاح المکنون ج ۱ کالم ۱۵۱، [2] کشف الظنون ج ۲ کالم ۱۶۹۹ [3] ایضاح ۱ کالم ۴۶۹

اسلام کا سیاسی نظام

اگرچہ اسلامی نظام حکومت کے مختلف پہلوؤں پر ادھر بہت سی کتابیں اور بکثرت مضامین لکھے گئے، لیکن جب یہ کتاب لکھی گئی تھی، اس وقت تک اس موضوع پر اردو میں کوئی کتاب موجود نہیں تھی، لیکن بعض وجوہ سے اس کی اشاعت کی نوبت اب آرہی ہے، کتاب موضوع کے اعتبار سے بہت جامع مکمل اور سیر حاصل ہے، اس میں کتاب و سنت کی روشنی میں اسلام کے سیاسی نظام کا اساسی خاکہ پیش کیا گیا ہے، اور اس کے ایک ایک جزء کی تفصیل کی گئی ہے، شروع میں مولانا مولانا عبد الماجد دریابادی کے قلم سے پیش لفظ بھی ہے،

(مؤلفہ مولانا محمد اسحق سندیلوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ) قیمت: صر

منیجر

ابن الجزری

جناب مولانا عبدالحلیم صاحب چشتی فاضل دیوبند

(۳)

(۲۴) الحصن الحصین :- اس کتاب کا پورا نام الحصن الحصین من کلام سید المرسلین ہے، جس کے معنی سید المرسلین کے کلام سے انتخاب کیا ہوا مضبوط قلعہ ہیں، یہ نام بھی غالباً حدیث ہی سے ماخوذ ہے، ایک حدیث میں وارد ہے:

اٰمرکم ان تذکروا اللّٰہ فان مثل ذٰلک	(حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا) میں تمھیں
کمثل رجل خرج العدو فی اثرہ سراعاً	حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ کا ذکر کرو، کیونکہ اس ذاکر کی
حتی اذا اتی علی حصن حصین فاحرز	مثال اس شخص کی سی ہے جسکے پیچھے دشمن دوڑتا ہوا نکلا
نفسہ منھم کذٰلک العبد لایحرز نفسہ	اور اس نے ایک مضبوط قلعہ پر پہنچکر اپنے آپ کو بچا لیا،
من الشیطان الا بذکر اللّٰہ تعالیٰ	اسی طرح بندہ اپنے کو بغیر ذکر الٰہی کے شیطان سے نہیں بچا سکتا ہے

محدث محمد الشوکانی تحفۃ الذاکرین میں رقمطراز ہیں،

لعل المصنف رحمہ اللّٰہ اخذ تسمیۃ	شاید مصنفؒ نے اپنی کتاب الحصن الحصین کا نام
کتابہ (الحصن الحصین) الذی ھو اصل	جو عدۃ الحصن الحصین کی اصل ہے، حدیث کے اسی
ھذا الکتاب من ھٰھنا	ٹکڑے سے لیا ہے،

یہ اذکار اور ادعیہ کی نہایت جامع کتاب ہے، ۲۲ ذی الحجہ ۷۹۱ھ میں سنیچر کے دن ظہر کے بعد اس

کی تکمیل سے فراغت ہوئی، اس وقت کسی غنیم نے دمشق کا محاصرہ کر رکھا تھا، خلق خدا بڑی پریشان تھی، آپ نے اس نازک وقت میں اسی کتاب کو پناہ کا وسیلہ بنایا، جیسا کہ خاتمۂ کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

جمیع ابواب دمشق معلقۃ بل شیئاً	(یہ کتاب اس فتنہ و فساد کے وقت ختم ہوئی) جب دمشق
بالاحجار والخلائق یستغیثون علی	کے تمام دروازے بند اور پتھروں سے مستحکم تھے، مخلوق
الاسوار وفی جھاد عظیم من الحصار	شہر پناہ پر بارگاہ الٰہی میں فریاد کر رہی تھی اور ظالموں
والمیاہ مقطوعۃ والایادی موضوعۃ وقد	کے محاصرہ کی وجہ سے بڑی مصیبت میں تھی، یہاں تک کہ پانی تک
احرق ظواھر البلد ونھب اکثرہ وکل احد	بند کر دیا گیا تھا (لوگوں کے) ہاتھ عجز و انکساری کر رہے تھے
خائف علی نفسہ ومالہ واھلہ وجل	بارگاہ رب العزت میں اٹھے ہوئے تھے، شہر کے گرد و نواح
من ذنوبہ وسوء اعمالہ وقد تحصن	میں آگ لگی ہوئی تھی اور اسکا بڑا حصہ لوٹ لیا گیا تھا،
بما یقدر علیہ فجعلت ھذا الحصن و	ہر شخص اپنی جان و مال اور اہل و عیال کے بارے میں خائف،
توکلت علی اللّٰہ تعالیٰ وھو حسبی ونعم الوکیل	اپنی بداعمالی اور گناہوں کی وجہ سے خوف زدہ تھا، ہر ایک نے اپنی استطاعت کے مطابق پناہ لے رکھی تھی، پس میں نے

[illegible]

معلوم ہوتا ہے جس ظالم نے محاصرہ کیا تھا، وہ آپ کا جانی دشمن تھا، چنانچہ اس نے مختلف تدبیروں سے آپ کو پکڑوا کر بلوانا چاہا، مگر آپ روپوش ہو گئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اور اسی کتاب کے طفیل اس سے نجات پائی، جیسا کہ آغاز کتاب میں لکھتے ہیں:

لما اکملت ترتیبہ وتھذیبہ طلبنی	جب میں اس کتاب کی ترتیب و اصلاح مکمل کر چکا
عدو لایمکن ان یدافعہ الا اللّٰہ تعالیٰ	تو مجھے ایک ایسے دشمن نے تلاش کیا جسکو اللہ تعالیٰ کے سوا

[1] اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں آپ عوام میں اپنی ہر دلعزیزی کے باعث ارباب اقتدار کی نظروں میں کھٹکتے تھے، اسی لیے دشمن آپ کو پکڑنے کی فکر میں تھا،

فهربت منه مختفیا و تحصنت بهذا الحصن فرأیت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وانا جالس علی یسارہ وکانہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما ترید فقلت له یا رسول اللہ ادع اللہ لی وللمسلمین فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدیه الکریمتین وانا انظر الیهما فدعا ثم مسح بهما وجهه الکریم وکان ذلک لیلة الخمیس فهرب العدو لیلة الاحد وفرج اللہ عنی وعن المسلمین ببرکة ما فی هذا الکتاب عنه صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی دفع کرنے والا نہ تھا، میں اس سے چھپ کر بھاگ گیا اور اس (مضبوط و مستحکم) قلعہ کو اپنی حفاظت کا ذریعہ بنایا (یعنی وظیفہ کے طور پر اسے پڑھنا شروع کیا) میں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میں آپ کے بائیں جانب بیٹھا ہوں اور آپ فرما رہے ہیں تم کیا چاہتے ہو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا فرمائیں، میری درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے دست مبارک اٹھا دیے، میں آپ کے ہاتھوں کی طرف دیکھتا رہا، پھر آپ نے دعا فرمائی اور اپنے روئے مبارک پر ہاتھ پھیرا، جمعرات کو میں نے یہ خواب دیکھا، اتوار کی رات میں دشمن بھاگ گیا، اور ان احادیث نبویہ کی برکت سے جو اس کتاب[۲] میں ہیں اللہ تعالیٰ نے میری اور تمام مسلمانوں کی مصیبت دور فرمادی۔

یہ قطعہ بہت مشہور ہے:

ان نابک الامر المھول اذکر اللہ العالمینا

اگر کسی مصیبت کا سامنا ہو تو خدا کو یاد کرو،

واذا بغی باغ علیک فلذ بالحصن الحصینا

اور جب کوئی باغی تم پر ظلم کرے تو اس مضبوط قلعہ کو جائے پناہ قرار دو۔

حاجی خلیفہ کا بیان ہے کہ یہ دشمن امیر تیمور تھا جس نے آپ کو طلب کیا تھا، اور آپ بھاگ کر روپوش ہوگئے تھے، پھر حضورؐ کی دعا کے طفیل آپ کو اور اہل دمشق کو نجات ملی، چنانچہ کشف الظنون میں لکھتے ہیں:-

ولما اکمل ترتیبه طلبه عدو وهو تیمور فهرب منه مختفیا وتحصن بهذا الحصن فرای سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جالسا علی یمینه[۱]

جب آپ اس کتاب کو مکمل اور مرتب کر چکے تو آپ کے دشمن نے آپ کو طلب کیا جو تیمور تھا، آپ اس سے بھاگ کر چھپ گئے، اور اس کتاب الحصن الحصین کو پناہ کا وسیلہ بنایا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اپنی داہنی جانب تشریف فرما دیکھا،

مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی کا بھی یہی خیال ہے، چنانچہ موصوف الحصن الحصین کے خاتمہ پر رقمطراز ہیں،

کان تصنیفه الحصن فی وقعة تیمور لنک وهو المراد بالعدو المذکور فی دیباجته کما یفهم من عجائب المقدور فی اخبار تیمور[۲]

آپ کی تالیف الحصن الحصین تیمور لنگ کے فتنہ کے زمانہ کی ہے اور لفظ عدو سے جو مولف دیباچہ کتاب میں مذکور ہے، تیمور مراد ہے جیسا کہ عجائب المقدور فی اخبار تیمور سے بھی سمجھا جاتا ہے،

ہمارے خیال میں تیمور کو عدو قرار دینا محل نظر ہے، کیونکہ ۷۹۱ھ میں تیمور کا دمشق یا اطراف دمشق کا محاصرہ تاریخ سے ثابت نہیں، اس زمانہ میں تیمور فارس کے اطراف میں تھا[۳]، ابن عربشاہ نے دمشق کی تباہی کا جو واقعہ عجائب المقدور فی اخبار تیمور میں تاریخ ابن شحنہ سے نقل کیا ہے، اور مذکورۂ بالا عبارت میں غالباً اسی کی طرف مولانا عبد الحیٔ کا بھی اشارہ ہے، وہ بعد کا واقعہ ہے، اس لیے حسب

---

[۱] اسی عبارت کا ترجمہ نواب صدیق حسن خان قنوجی نے اتحاف النبلاء[۲] پر کیا ہے۔ [۲] الحصن الحصین المحشی مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۲۱ھ ص ۲۵۱ [۳] ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (تیمور) اور عجائب المقدور فی اخبار تیمور، از ابن عربشاہ طبع کلکتہ

شخص نے دمشق کا محاصرہ کیا تھا، دراصل وہی عدو (غنیم) کا مصداق ہو سکتا ہے،

حقیقت یہ ہے کہ دمشق ۷۹۱ھ میں سخت خانہ جنگی اور طوائف الملکی کے دور سے گذر رہا تھا، شہر سے باہر الملک الظاہر برقوق اور امیر تمر بغا افضل جو منطاش کے نام سے مشہور ہے، باہم نبرد آزما تھے، منطاش نے دمشق کا محاصرہ کر لیا تھا، اور گرد و نواح میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا، اس معرکہ میں میدان برقوق کے ہاتھ رہا تھا، اسلیے وہ عدو تیمور نہیں بلکہ منطاش تھا[1]،

یہ ادعیہ و اذکار کی کتاب ہے: ابن الجزری نے حدیث کی چھبیس مستند اور صحیح کتابوں سے انتخاب کرکے تالیف کی ہے، اور ہر ماخذ کا بطور علامت مختصر بھی ساتھ ساتھ لکھ دیا ہے،

کتاب میں صحت کا بڑا خیال رکھا ہے، چنانچہ خود لکھتے ہیں:-

اخرجته من الاحادیث الصحیحة	میں نے صحیح حدیثوں سے اس کتاب کو مرتب کیا ہے،

یہ انتخاب ایسا جامع ہے کہ کوئی صحیح حدیث چھوٹنے نہیں پائی ہے، جیسا کہ خود مرتب کا بیان ہے:

مع اقتصاره واختصاره لعله	باوجودیکہ یہ کتاب چھوٹی اور مختصر ہے، مگر
حدیثا صحیحا فی بابه الا مستحضره	اپنے باب کی کوئی صحیح حدیث چھوٹنے
واتی به	نہیں پائی ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کو اس کتاب میں اس جامعیت سے یکجا کیا گیا ہے کہ اس موضوع پر بڑی سے بڑی کتاب میں بھی مفقود ہے،

قد جمع بحمد الله تعالیٰ هذا المختصر	الحمد للہ یہ مختصر مجموعہ ان تمام حدیثوں کا جامع ہے
اللطیف المجیمعه مجلدات من التالیف	جس سے بڑی بڑی تالیفات بھی خالی ہیں،

[1] ماخوذ از النجوم الزاہرہ طبع دار المعارف المصریہ ج ۱۱ ص ۲۵۵ (حوادث ۷۹۱ھ) نیز انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اور (برقوق)
The Mameluke or Slave Dynasty of Egypt by W. Muir. London 1896 P.111

یہ کتاب کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کا بولتا ہوا مرقع ہے،

ان دعاؤں میں نبوت کا نور، پیغمبر کا یقین اور عبد کامل کی نیازمندی اور اطاعت ہے، ان کا فقرہ فقرہ دریائے رحمت کو جوش میں لانے کے لیے کافی ہے، ان میں درد بھی ہے اور دوا بھی، انسان کی درماندگی کا اظہار بھی ہے، اور خدا کی عظمت اور جبروت کا اعتراف بھی، سادگی اور خلوص بھی ہے، قبولیت اور تاثیر بھی، دل کی تڑپ بھی ہے اور سکون قلب بھی، اختصار بھی ہے اور جامعیت بھی، اس میں ان تمام چیزوں کا ذکر ہے جن کی انسان کو مہد سے لحد تک ضرورت پیش آتی ہے، دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت کا تذکرہ ہے، یہ پیغمبروں کی صداؤں کا مجموعہ ہے، جو بھی یہ صدا لگاتا ہے اس کی صدا خالی نہیں جاتی، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی زبانیں ان صداؤں سے تر رہتی ہیں،

اس کتاب کی تمام دعائیں ایک مسلمان کو یاد ہونی چاہئیں، اگر سب نہ ہو سکیں تو کم از کم وہ دعائیں تو ضرور یاد ہونی چاہئیں جو کسی وقت اور سبب کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، اور کتاب کے آخر میں درج ہیں،

ہندوستان کے سرخیل جماعت اہل حدیث نواب صدیق حسن خاں قنوجی اس کی صحت اور قبولیت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"این کتاب جامع اوراد و ادعیه و اذکار هر باب است و ورود ذکر کرده که اخراج آن از احادیث صحیح نموده است[1]"

آگے رقمطراز ہیں:

"این کتاب از روز تالیف تا این دم شرقاً و غرباً در ورد اہل علم و فضل است

[1] اتحاف النبلاء، ص ۶۷

وتاثیرد ے برہمگنان ظاہر"

ان ادعیہ کی صحت اور صداقت آج بھی عالم آشکارا ہے، محدث شوکانی نے "تحفۃ الذاکرین" میں اس قسم کے متعدد واقعات لکھے ہیں، جس سے اس کی صداقت اور صحت میں کوئی شبہہ نہیں رہتا،

نامور محدثین کا اس کتاب کی شرحیں لکھنا بھی اس کی صحت اور قبولیت کی نہایت واضح دلیل ہے، ان شارحین میں اہل دل بھی ہیں اور زاہدانِ خشک بھی، ان شروح میں ملا علی قاری کی شرح الحرز الثمین بہت مشہور ہے، جو مکہ معظمہ سے ۱۳۰۲ھ میں شائع ہوئی ہے، ہندوستان میں اس کی متعدد شرحیں فارسی زبان میں لکھی گئیں، اور اردو زبان میں سب سے پہلے نواب قطب الدین خاں دہلوی[1] نے نہایت جامع شرح لکھی ہے، جو ظفر جلیل کے نام سے مشہور ہے، یہ نام حکیم خیر اللہ مرحوم کا تجویز کردہ ہے، جو خیر کے باعث دائم و قائم ہے، اس میں شارح نے

---

[1] محمد قطب الدین بن محمد محی الدین احراری نام تھا، ۱۲۱۹ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے، علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل دہلی کے ارباب کمال سے کی، حدیث شاہ محمد اسحاق دہلوی سے پڑھی، اور دہلی ہی میں تمام عمر حدیث کا درس دیتے رہے، ۱۲۸۹ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی، بہت سے رسالے اردو زبان میں رفاہ عام کے لیے لکھے، بعض اہم کتابوں کے اردو میں ترجمے بھی کیے، جن میں مظاہر حق اور ظفر جلیل بہت مشہور ہیں، مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو: آثار الصنادید مؤلفہ سر سید احمد مطبع نولکشور ۱۸۷۶ء باب چہارم ص ۶۰، سیر المتقدم از نواب محمد غوث خان والی جاورہ، مطبع سرکاری ریاست جاورہ ۱۸۵۲ء ص ۴۹۸ و ۶۲۵، حدائق الحنفیہ تالیف فقیر محمد جہلمی، مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۹۰۶ء، تذکرۂ علمائے ہند مؤلفہ رحمان علی طبع نولکشور ۱۹۱۴ء ص ۱۷۹، الحیات بعد الممات از فضل حسین مطبع اکبری آگرہ ۱۳۳۲ھ ص ۲۸۱ و ۲۸۷ تا ۲۹۷، ازواج ثلاثہ، مرتبہ ظہور الحسن یونین پریس دہلی ۱۳۰۷ھ ص ۳۶۷، بہادر شاہ ظفر کا روزنامچہ ص ۸۹

ہر دعا کا سلیس اور مطلب خیز ترجمہ کیا اور جا بجا حنفیہ اور ضروری قواعد کا اضافہ کیا ہے، شرح مکمل کرنے کے بعد حرفاً حرفاً شاہ محمد اسحاق کو سنائی اور انھوں نے بہت پسند فرمائی،

ظفر جلیل کی زبان نہایت قدیم ہے، اور انداز بیان میں بھی کوئی جاذبیت نہیں، مگر اس میں بڑی سادگی اور خلوص ہے، اور یہی اس کی قبولیت کی بڑی دلیل ہے،

یہ کتاب سب سے پہلے ۵ رجمادی الاخری ۱۲۵۸ھ میں مولوی محمد حسین کے زیر اہتمام بڑی تقطیع پر مطبع دہلی اخبار سے شائع ہوئی ہے، میرے والد محمد عبد الرحیم خاطر قدس سرہ العزیز کے کتب خانہ میں یہی نسخہ تھا، جو الحمد للہ احقر کے پاس ہے، اس نسخہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں فوائد کو حواشی کتاب میں درج کیا ہے، اور خاتمۃ الکتاب پر باب الرقاق کا اضافہ کیا جو مشکوٰۃ سے منقول ہے اور کم و بیش سو صفحات پر مشتمل ہے، یہ نسخے سال ڈیڑھ سال میں بک گئے، اور شائقین کی طلب باقی رہی تو مصطفیٰ خاں المتوفی ۱۲۶۹ھ نے اپنے مطبع مصطفائی لکھنؤ سے ۱۲۶۰ھ میں نہایت آب و تاب سے شائع کیا، مگر اس سے باب الرقاق خارج کر دیا، یہ نسخے بھی دو تین برس میں فروخت ہو گئے، تو عبد الرحمٰن بن محمد صالح نے ۱۲۶۳ھ میں اس نسخہ کی نقل اپنے مطبع رحمانی بمبئی سے شائع کی، پھر ۱۲۹۹ھ میں مطبع بدر الدجیٰ اور ۱۳۱۰ھ میں مطبع افتخار دہلی سے شائع ہوئی،

ظفر جلیل کی زبان پرانی تھی، مولانا محمد احسن نانوتوی نے اس کی زبان بدل کر اس کو از سرِ نو زندگی بخشی اور اس کا نام ظفر جلیل رکھا، اور تاریخی نام خیر متین تجویز کیا اور یہی نام کتاب پر چھپا اور مشہور ہوا، حصن حصین کا ایک ترجمہ ظہیر الیقین، شاہ ظہیر احمد ظہیری سہسوانی کے نام سے لاہور سے شائع ہوا ہے، یہ ترجمہ بامحاورہ، رواں اور چست ہے، مگر ترجمہ ہی ترجمہ ہے، تشریحی فوائد سے یکسر خالی ہے، اس کے علاوہ اردو میں حصن حصین کا انتخاب بھی کہف المتین کے نام سے شائع ہو چکا ہے، عدۃ الحصن الحصین یہ بھی الحصن الحصین کا مختصر ہے، نواب صدیق حسن خاں قنوجی کے ایما سے مولوی عبد المجید دہلوی کے

زیر اہتمام ۱۳۱۱ھ میں پہلی بار مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوا ہے۔

یہ الحصن الحصین کی بڑی اچھی تلخیص ہے، ابن الجزریؒ نے یہ احباب کے اصرار سے لکھی تھی، آغاز کتاب میں لکھتے ہیں:

حدانی علی اختصارہ فی ہذہ	مجھے ان اوراق میں حصن حصین کی تلخیص
الاوراق من اصلہ المذکور	پر ایک ایسے شخص کے برسہا برس کے
بعد ان کنت سئلت عن ذالک	اصرار نے آمادہ کیا، جس نے میری
مرارا فی سنین وشہور من	بے چینی کو دور کیا، اور میری غربت
انس غربتی وکشف کربتی	کو موانست بخشی، حق تعالیٰ نے مجھ پر
فاوجب الحق علی مکافاتہ	اس کا بدلہ ضروری قرار دیا، میں بدلہ
ولم اقدر علیہا الا بالدعا	میں بجز دعا کے اور کچھ نہیں کرسکتا،
فاسأل اللہ تعالیٰ نصرہ	لہذا بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں
ومعافاتہ	کہ خدایا اس کی مدد اور نصرت فرما،
ملیک علی الدنیا بطلعۃ وجہہ	وہ اپنے رخ روشن سے دنیا کا بادشاہ ہے،
جمال واجلال وعز مؤید	اس میں جلال بھی ہے، جمال بھی، اور عزت
فتی ماسمعنا قبلہ کان مثلہ	اور شوکت بھی، وہ ایسا جوان ہے کہ
ولا بعدہ واللہ یبقیہ موجدا	جس کے جیسا جوان نہ اس سے پہلے سنا
	اور نہ دیکھا اور نہ آگے دیکھ سکتے اور
	سن سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس نور کو
	دائم اور قائم رکھے،

یہ کتاب دس بابوں پر مشتمل ہے، متوسط تقطیع کے ۴۴ صفحات پر محیط ہے

ابن الجزریؒ کا یہ مختصر بھی بہت مقبول ہوا، صاحب کشف الظنون کا بیان ہے،

"۸۲۲ھ میں ہرات میں سید اصیل الدین عبد اللہ بن عبد الرحمن الحسینی نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا اور بعض اہم امور کا اضافہ بھی کیا جو پانچ فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے"[1]

متاخرین علماء میں محدث محمد بن علی شوکانی نے اس کی نہایت جامع اور مفید شرح لکھی ہے، جس کا نام تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ہے، یہ شرح محدثانہ رنگ میں منفرد اور بہت سے فوائد کی جامع ہے، محمد بن محمد زبارہ کی تعلیقات کے ساتھ مصر سے دو مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

(۲۵) مفتاح الحصن الحصین: یہ الحصن الحصین کی نہایت مفید اور مختصر شرح ہے، جس میں ابن الجزریؒ نے مشکل الفاظ کی تشریح اور مغلقات کی توضیح کی ہے، یہ الحصن الحصین کی تالیف کے چالیس سال بعد شیراز میں تالیف کی اور رمضان ۸۳۱ھ میں اس کی تکمیل سے فراغت پائی، وہ وعدہ جو الحصن الحصین کے دیباچہ میں کیا تھا اب پورا کیا،[2]

(۲۶) عقد اللآلی فی الاحادیث المسلسلۃ العوالی: اس میں دینی مسلسلات کو بیان کیا ہے، ۸۰۵ھ/۱۴۰۲ء میں شیراز میں تالیف کی تھی،[3]

(۲۷) غایۃ المنی فی زیارۃ منیٰ: اس میں منیٰ کے فضائل مذکور ہیں،[4]

(۲۸) فضل حرا: یہ غار حرا کے فضائل میں ہے،[5]

---

[1] کشف الظنون، جلد ۱ کالم ۶۷۰ [2] ایضاً جلد ۱ کالم ۶۶۹ [3] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام [4] الضوء اللامع [5] ایضاً

(۲۹) اصول حدیث۔ البدایہ فی علوم الروایہ : یہ کتاب علوم حدیث اور اصول حدیث میں ہے[1]۔

(۳۰-۳۱) تذکرۃ العلماء : یہ کتاب بھی اصول حدیث میں ہے، اور التوضیح فی شرح المصابیح کا مقدمہ ہے، جب آپ کا تیمور کے ساتھ کش میں قیام ہوا تھا، اس وقت آپنے مصابیح کی شرح توضیح کے نام سے لکھی، اس میں جب مصطلحات فن کا ذکر آیا، اور رومیوں کو اس کے سمجھنے میں کچھ دقت ہوئی تو انھوں نے مصطلحات فن پر جداگانہ کتاب لکھنے کی درخواست کی، اس سے پیشتر آپ الہدایہ الی معالم الروایہ لکھ چکے تھے، مگر وہ منظوم تھی، اور اس میں ایجاز تھا، رومیوں کی درخواست پر آپ نے مصطلحات حدیث پر ایک جداگانہ رسالہ لکھا، اور اس میں حدیث کے مصطلحات اور اصول حدیث کو نہایت تفصیل سے ذکر کیا، جو طریقہ ابن الاثیر الجزری نے جامع الاصول کے مقدمہ میں اختیار کیا، وہی طریقہ آپنے بھی اس میں اختیار کیا ہے، یہ ۸۰۶ھ کی تالیف ہے، چونکہ یہ التوضیح کا مقدمہ ہے اسلیے المقدمہ فی علم الحدیث کے نام سے بھی مشہور ہے، آپ کے فرزند ابو بکر احمد الجزری نے اس کی شرح بھی لکھی ہے[2]۔

(۳۱) الہدایہ الی علوم الدرایہ[3]۔ یہ اصول حدیث میں ایک منظوم رسالہ ہے جو (۴۰۰) شعروں پر مشتمل ہے، شیخ تقی الدین حسین بن علی بن عبد الرحمن الحصنی نے ۹۵۹ھ میں العنایہ کے نام سے اس کی ایک مبسوط شرح بھی لکھی ہے۔

---

[1] المصعد الاحمد فی ختم مسند احمد ص ۵۳ [2] کشف الظنون ج ۱ کالم ۳۸۹۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام [3] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اس کا نام الہدایہ علم معالم الروایہ لکھا ہے، مگر صاحب کشف الظنون نے اس کا نام الہدایہ الی علوم الدرایہ ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو کشف الظنون ج ۲ کالم ۲۰۲۸

فقہ : (۳۲) الابانہ فی العمرۃ من الجعرانہ[1] }
التکریم فی العمرۃ من التنعیم } ان دونوں رسالوں میں جعرانہ اور تنعیم سے عمرہ کے احرام باندھنے پر فقہی نقطۂ نگاہ سے بحث کی گئی ہے۔

اصول فقہ : (۳۳) شرح التحصیل ۔ یہ امام فخر الدین رازی کی کتاب المحصول کی تلخیص التحصیل لمخلصہٗ محمود بن ابی بکر الارموی المتوفی ۶۸۲ھ کی تین جلدوں میں نہایت مبسوط شرح ہے[2]۔

(۳۴) شرح منہاج الوصول الی علم الاصول ۔ یہ علامہ بیضاوی کی کتاب منہاج الوصول کی شرح ہے، جو آپنے زندگی کے آخری ایام میں تالیف کی تھی، چنانچہ آغاز کتاب میں اپنے بڑھاپے اور بے بسی کا بھی تذکرہ کیا ہے[3]۔

سیرت : (۳۵) التعریف بالمولد الشریف ۔ یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور بیان ولادت میں ہے اور ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے[4]۔

(۳۶) ذات الشفا فی سیرۃ المصطفیٰ ومن بعدہ من الخلفاء ۔ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور مصنف کے زمانہ تک خلفاء کے حالات میں ایک منظوم کتاب ہے، جو آپ نے سلطان بایزید عثمان کی فرمائش پر ۲۵ ذی الحجہ ۷۹۸ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۳۹۶ء میں تالیف کی تھی[5]۔

(۳۷) عرف التعریف ۔ یہ التعریف بالمولد الشریف کا خلاصہ ہے، جس میں صرف سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے، حاجی خلیفہ کا بیان ہے۔

---

[1] ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون مؤلفہ اسمٰعیل پاشا طبع استنبول ۱۹۴۵ء ج ۱ کالم ۳ میں اسکا نام الابانہ فی العمرہ من الجوانہ درج ہے، ظاہر ہے کہ یہ طباعت کی غلطی ہے، صحیح لفظ من الجعرانہ ہے [2] کشف الظنون ج ۲ کالم ۱۶۱۵ [3] ایضاً کالم ۱۸۷۹ [4] ایضاً جلد ۱ کالم ۴۲۱، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اسی کتاب کو غالباً المولد الکبیر کے نام سے درج کیا ہے (al-Mawlid al Kbir) [5] کشف الظنون ج ۲ کالم ۱۱۳۲

"یہ انتہائی اختصار کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احوال اور وقائع پر حاوی ہے، ایک مقالہ اور دو مقصدوں پر مشتمل ہے، ملا حسین واعظ کاشفی نے نہایت وضاحت کے ساتھ اس کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا ہے"[1]

(۳۸) اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب۔ یہ حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب کے بیان میں ہے، اور مصر سے شائع ہو گئی ہے،

(۳۹) تاریخ و رجال: تاریخ ابن الجزری۔ یہ شمس الاسلام ذہبی کا مختصر ہے، ۷۹۸ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی تھی، حاجی خلیفہ نے تصریح کی ہے،

"ہو غیر الطبقات، یہ کتاب طبقات القراء کے علاوہ ہے"[2]

(۴۰) غایۃ النہایہ فی القراء۔ اس کا پورا نام غایۃ النہایہ فی اسماء رجال القراءات اولی الروایۃ والدرایۃ ہے، اس کی ترتیب حروف معجم پر ہے، اور طبقات الصغریٰ کے نام سے زیادہ مشہور ہے، یہ دراصل نہایۃ الدرایات کا مختصر ہے، جو موصوف نے ۷۹۵ھ میں کیا تھا، مستشرق برجستراز (Bergstraesser) نے مطبعۃ السعادہ قاہرہ سے ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں اس کو دو ضخیم جلدوں میں شائع کیا،

غایۃ النہایہ کا اختصار مولف کے تلمیذ عبد الرزاق بن حمزۃ الحنفی الطرابلسی نے بھی کیا تھا، جس کا نام نہایۃ الغایۃ فی بعض اسماء رجال القراءات اولی الروایۃ والدرایہ رکھا تھا، اس کو ۸۵۵ھ کے اوائل میں شروع کیا، اور ۱۲ رجب سنہ مذکور کو مکمل کیا، اس کا ایک مخطوطہ دار الکتب المصریہ میں موجود ہے[3]۔

(۴۱) نہایۃ الدرایات فی اسماء رجال القراءات۔ یہ کتاب طبقات الکبریٰ کے نام سے بھی

---

[1] کشف الظنون ج ۲ کالم ۱۱۳۲ [2] ایضاً کالم ۲۹۵ و ۲۷۰ [3] فہرس الکتب العربیہ لدار الکتب المصریہ طبع قاہرہ ۱۹۴۲ء ج ۵ ملحق ثانی علم التاریخ ص ۲۷۱

مشہور ہے، اس علامہ دانی اور شمس الدین ذہبی کی کتابوں کو جو اسی موضوع پر تھیں، یکجا ہی نہیں کیا ہے، بلکہ اپنی بیش بہا معلومات کا جا بجا اضافہ کیا ہے، اور بہت سے لوگوں کا مستقل تذکرہ بھی لکھا ہے، مورخ سخاوی کا بیان ہے،

اخذ ابن الجزری کتاب للذہبی وضم الیہ
زیادات کثیرۃ فی التراجم وتراجم
مستقلۃ وکتبت علیہ ذیلاً حافلاً[1]

ابن الجزری نے ذہبی کی کتاب کو اصل قرار دیکر اس کے تراجم رجال میں بیش بہا معلومات کا اضافہ کیا اور بہت سے لوگوں کا مستقل اور جداگانہ تذکرہ بھی لکھا ہے، اور میں نے اس پر ایک نہایت جامع ذیل لکھا ہے،

طاش کبری زادہ کا بیان ہے،

لا اجمع ولا انفع من طبقات الشیخ
الجزری[2]

طبقات القراء میں ابن الجزری کی طبقات القراء سے زیادہ نافع اور جامع کوئی کتاب نہیں ہے،

حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

ہو اجمع الکتب فی ہذا النوع[3]

اس موضوع پر یہ کتاب سب کتابوں سے زیادہ جامع ہے

(۴۲) المسند الاحمد فیما یتعلق بمسند احمد۔ اس میں مسند احمد کی اہمیت اور دخول مسند فی مسند سے بحث کی ہے[4]،

(۴۳) المصعد الاحمد فی ختم مسند۔ ربیع الاول ۸۲۵ھ میں مسجد الحرام کے اندر جب مسند احمد ختم کرائی تھی، اس وقت یہ رسالہ سپرد قلم کیا تھا، یہ متوسط تقطیع کے ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے، احمد محمد شاکر نے مسند احمد کی پہلی جلد کیساتھ دار المعارف المصریہ سے چھپوا کر شائع کر دیا ہے، اس میں اپنی سند کو بیان کیا ہے، اور جن شیوخ کا نام آیا ہے ان کے حالات اور تحصیل سند کی کیفیت وہ

---

[1] الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ مؤلفہ سخاوی مطبعۃ الترقی دمشق ۱۳۴۹ھ ص ۱۰۲ [2] مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۳۳۳ [3] کشف الظنون ج ۲ کالم ۱۱۰۵ [4] المصعد الاحمد ص ۱۰ و ایضاح المکنون ج ۲ کالم ۴۸۱

امام احمد کا مختصر اور جامع تذکرہ ہے۔

(۴۴) المقصد الاحمد فی رجال مسند احمد۔ یہ کتاب رواۃ مسند کی جرح و تعدیل اور اس کے رجال کے حالات میں ہے، ابن الجزریؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر یہ نہایت مبسوط کتاب تھی، اس کا کچھ حصہ کسی فتنہ میں ضائع ہوگیا تھا جس کو دوبارہ مختصر لکھکر کتاب کے ساتھ شامل کر دیا، اس میں ان رواۃ کا اضافہ ہے جو آپ کے شیخ ابو بکر ابن المحب سے چھوٹ گئے تھے۔[۱]

(۴۵) ہدایۃ المہرۃ فی ذکر الائمۃ العشرۃ المشتہرۃ۔ یہ ائمہ قرأت عشرہ کے حالات میں ہے۔[۲]

معانی و بیان (۴۶) حاشیۃ الایضاح۔ یہ علامہ جلال الدین محمد بن عبد الرحمن القزوینی المتوفی ۷۳۹ھ کی تالیف الایضاح فی المعانی والبیان پر آپ کا حاشیہ ہے،[۳]

نحو (۴۶) الجواہرۃ العلیۃ فی علم العربیۃ۔ یہ علم نحو میں ہے،[۴]

پند و موعظت (۴۷) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ من الذنوب والقبائح۔ یہ کتاب متوسط تقطیع کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور مصر سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے،

(۴۸) مختار النصیحۃ بالادلۃ الصحیحۃ۔ اس میں احادیث کی روشنی میں اخلاقی امور پر بحث کی گئی ہے،[۵]

(۴۹) الاصابۃ فی لوازم الخطابۃ۔ یہ کتاب فن خطابت پر ہے،[۶]

---

[۱] المصعد الاحمد ص ۴ [۲] کشف الظنون ج ۲ کالم ۲۰۴۲ [۳] ایضاً ج ۱، کالم ۲۱۱
[۴] الضوء اللامع اور البدر الطالع
[۵] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام [۶] ایضاً